



فريب

~ بشري ثمن

Copyright © 2025 B. SAMAN

All rights reserved. No part of this book may be reproduced, distributed, or transmitted in any form or by any means, including photocopying, recording, or other electronic or mechanical methods, without the prior written permission of the author, except for brief quotations in a review or other noncommercial uses permitted by copyright law.

For permissions, inquiries, or rights requests, contact: plotplanet.github.io

Disclaimer

This is a work of fiction. Names, characters, places, and incidents either are products of the author's imagination or are used fictitiously. Any resemblance to actual persons, living or dead, events, or locations is purely coincidental.

Genre

Thriller | Mystery | Crime Fiction

First Edition: 2025

Publisher: plotplanet

فريب

شالان

رات کا سناٹا تھا، سڑک پر صرف پانی کے چھینٹے اور بارش کی بوندیں سنائی دے رہی تھیں۔ میں لانڈری سے نکل کر باسٹل کی طرف بڑھ رہا تھا جب اچانک زوردار بارش شروع ہو گئی۔ کپڑے بھیگنے سے بچانے کے لیے میں ایک گروسری اسٹور کے اندر جا کر کھڑا ہو گیا، پانی کی بوندیں شیشے پر گرتی رہیں، ایک عجیب سی بے چینی ہوا میں تھی۔ جیسے ہی بارش دھیمی پڑی، میں باسٹل کی طرف دوڑ پڑا۔ گیٹ پر پہنچتے ہی میری نظر روبن پر پڑی—اس کا چہرہ اترا ہوا تھا، آنکھوں میں کوئی گہری پریشانی چھپی تھی۔

کیا ہوا، روبن؟ تم پریشان لگ رہے ہو،" میں نے بھیگے کپڑے جھاڑتے ہوئے پوچھا۔"

تمہارا فون کہاں ہے؟" روبن غصے سے چلایا۔"

میں نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا، پر فون نہیں ملا۔ دل ایک دم سے دھڑک اٹھا۔ "لگتا ہے، باسٹل میں بھول گیا ہوں... پر کیا ہوا؟"

میری بات سنتے ہی روبن بنا جواب دیے دوڑ گیا۔ میں نے بھی اس کے پیچھے بھاگنا شروع کیا، لیکن جیسے ہی میں فرسٹ فلور تک پہنچا، روبن میرا فون لے کر نیچے آ چکا تھا۔ بنا کچھ کہے، اس نے میرا ہاتھ پکڑا، مجھے کھینچتے ہوئے انٹریس کے لاکر تک لے گیا۔ میں نے دیکھا، اس نے میرے لانڈری کا سامان اندر رکھا اور پھر مجھے باسٹل کے باہر کھینچنے لگا۔

کیا ہو رہا ہے، تم مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟" میں نے رکنے کی کوشش کی، پر روبن بنا کسی جواب کے سیدھا "ایک کیب میں بیٹھ گیا۔"

باسپٹل جا رہے ہیں،" اس نے مجھے فون دیتے ہوئے کہا۔"

باسپٹل؟ کیا سب ٹھیک ہے؟ کس کو کیا ہوا ہے؟" میں نے گھبرا کر پوچھا، لیکن روبن اب بھی چپ تھا۔

میں نے فون جیکٹ کی جیب میں رکھ دیا—چارج ختم ہو چکا تھا۔ ہم باسپٹل پہنچ گئے۔ اندر انٹر کرتے ہی روبن انکوائری کاؤنٹر کی طرف بڑھ گیا، پر اب بھی کچھ نہیں بولا۔ ایک عجیب سی بے چینی میرے اندر بڑھنے لگی تھی۔

تیسرے فلور پر جیسے ہی پہنچا، میری پہلی نظر چچو پر گئی۔ پورا جسم ایک پل کے لیے سن ہو گیا۔ میں تیزی سے ان کی طرف بڑھا۔

"چچو؟ آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟"

انہوں نے مجھے دیکھا، چہرے پر تھکن اور بے چینی تھی۔ پھر وہ بولے، "تمہارا فون کہاں تھا؟ کتنی بار کال کیا،" پر تم نے نہیں اٹھایا! پھر میں نے روبن کو کال کیا، تب پتا چلا تم باسٹل میں نہیں ہو۔

پر ہوا کیا ہے؟ کوئی مجھے بتائے گا؟" میرے لفظوں میں بے چینی تھی۔

چچو نے میری طرف دیکھا، پھر ایک گہری سانس لی۔ "تمہارے پیرنٹس کو گولی لگی ہے۔ وہ آئی سی یو میں ہیں۔"

یہ سنتے ہی جیسے دنیا رک گئی۔ جسم سے ساری جان نکل گئی ہو جیسے۔ پیر ڈگمگا گئے، آنکھوں کے آگے اندھیرا چھانے لگا۔ روبن نے مجھے سنبھالا اور ایک چئیر پر بیٹھنے کو کہا۔

ڈاکٹرز کیا کہہ رہے ہیں؟" میں نے زمین پر نظر جمائے ہوئے پوچھا۔

"وہ کہہ رہے ہیں... کرٹیکل ہیں۔ بچنا مشکل ہے۔"

مجھے لگا جیسے کسی نے سینے پر ایک بڑا بوجھ رکھ دیا ہو۔ میں نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ ایک دن ایسا بھی آئے گا۔ میرا جیون ہمیشہ آسان رہا تھا، پیرنٹس نے کبھی بھی مجھے کسی کمی کا احساس نہیں ہونے دیا۔ جب میں نے باسٹل میں شفٹ ہونے کا فیصلہ لیا، وہ ناراض تھے، ماں بہت روئی تھی۔ پر میں بھی اپنی ضد پر اڑ گیا۔ پہلے آزادی اچھی لگی، لیکن دھیرے دھیرے گھر کی یاد آنے لگی تھی۔ ہر بار جب گھر جاتا، ماں

پورے دل سے میری پسندیدہ ڈشز بناتی تھی۔ پہلے ان کا پیار مجھے دباؤ لگتا تھا، پر اب اسی پیار کی کمی محسوس ہونے لگی تھی۔

شالان، کہاں کھو گیا؟" چچو کی آواز نے مجھے واپس لایا۔

یہ سب کیسے ہوا؟" میں نے اپنی آواز کو سنبھالتے ہوئے پوچھا۔

تمہارے پڑوسی کا کہنا ہے کہ رات کو گولی چلنے کی آواز آئی۔ جب وہ باہر نکلے، تو دیکھا کچھ لوگ ماسک پہنے گھر سے نکل رہے تھے۔ ایک گاڑی میں بیٹھ کر بھاگ گئے۔ کچھ لوگ ان کا پیچھا بھی کیے، پر سفل نہیں ہو سکے۔ پولیس انویسٹیگیشن کر رہی ہے۔

اتنے میں ڈاکٹر آ گئے۔ چچو ان سے بات کرنے لگے۔ میرے پیروں میں طاقت نہیں تھی، اس لیے سوفا پر گرتا چلا گیا۔ ڈاکٹر اور چچو کی باتیں سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا، لیکن ان کے لفظوں میں مجھے صرف ایک برا شگون محسوس ہو رہا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے کوئی بہت بڑا طوفان آنے والا ہے۔

تھوڑی دیر بعد چچی دوڑتی ہوئی آئیں اور مجھے گلے لگا کر رونے لگیں۔ میں نے اپنے آنسوؤں کو روک رکھا تھا۔ میں کمزور نہیں بننا چاہتا تھا۔

"پھر چچو کی آواز آئی۔" شالان، مجھے تم سے بات کرنی ہے۔

چچی بھی میری طرف دیکھنے لگیں۔ چچو میرے بغل میں بیٹھے، میرا ہاتھ کس کر پکڑا۔ چچی نے بھی دوسری طرف سے میرا ہاتھ تھام لیا۔

مجھے سمجھ آ گیا تھا کہ اب کیا ہونے والا ہے۔ دل زور سے دھڑکنے لگا۔

"I know you're a strong boy..."

"No, I'm not! I'm not strong!"

میں چچو سے لپٹ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ روحان، چچو، چاچی—سب مجھے سنبھالنے لگے۔

چچو نے میرے آنسو صاف کیے اور بولے، "آج میرا بھائی اور بھابھی مجھے چھوڑ کر چلے گئے۔ آج ایک بار پھر میں نے اپنے بڑوں کا سایہ کھو دیا۔"

مجھے لگا جیسے زمین پھٹ گئی ہو اور میں اس میں گرتا جا رہا ہوں۔ میں ان سے ایک بار پوچھنا چاہتا تھا،
"مجھے معاف کر دیا نا؟" پر میں جانتا تھا، یہ سوال اب ہمیشہ ادھورا رہے گا۔

اگلے دن فنیبرل تھی۔

ایک ہفتے تک میں اپنے کمرے میں پڑا رہا۔ نہ کسی سے بات کی، نہ کسی سے ملا۔ چاچی میرے لیے کھانا
لاتیں، میں منع کرتا، پر وہ زبردستی کھلاتیں۔

ایک شام میں بالکونی میں تھا، سڑک پر آتے جاتے لوگوں کو دیکھ رہا تھا۔ تبھی کسی نے میرے کندھے پر ہاتھ
رکھا۔ پیچھے دیکھا، تو چچو تھے۔

"بیٹا، نیچے لاءیر آئے ہیں، چل کر ان سے مل لو۔"

میں ان کے ساتھ لیونگ روم میں گیا۔ وہاں لاءیر، پولیس اور پاپا کی کمپنی کے کچھ لوگ بیٹھے تھے۔ میں ایک
کونے والے صوفہ پر بیٹھ گیا۔

مجھے پراپرٹی اور ڈاکیومنٹس میں کوئی انٹرسٹ نہیں تھا۔

شالان، یہ سب تمہارے پیرنٹس کی محنت ہے۔ تمہیں اس میں انٹرسٹ ہو یا نہ ہو، پر یہ سب تمہارا ہے۔"
"اسے اگنور کرنا ان کی محنت کی بے عزتی ہوگی۔

میں ان کی بات سن رہا تھا، پر دماغ کہیں اور تھا۔ کیا میں سچ میں ان کا بزنس سنبھال سکتا ہوں؟

میں کرائم جرنلزم کی پڑھائی کر رہا ہوں۔ پاپا نے کبھی مجھے فورس نہیں کیا، لیکن انہیں ہمیشہ یقین تھا کہ
ایک دن میں ان کا بزنس سنبھالوں گا۔ جب میں نے پہلی بار اپنے کیریئر کے بارے میں ماں سے بات کی تھی،
"تو ان کا ایک ہی جواب تھا، "جو کرنا ہے کرو، پر آخر میں تمہیں ہمارا بزنس سنبھالنا ہی ہوگا۔

"مجھے یاد ہے، جب گھر جاتا، تو ریلیٹیوز بھی یہی پوچھتے— "بیٹا، کب بزنس جوائن کر رہے ہو؟

مجھے بزنس ورڈ سے نفرت ہو گئی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے سب مجھے فورس کر رہے ہیں۔

پر اب... جو لوگ مجھے فورس کر رہے تھے، وہ اب نہیں رہے۔ اور جو کچھ بھی تھا، اب صرف میرے اوپر تھا۔

جی، آنتی، لاء پڑھ رہا ہوں۔ ویسے بھی آج کل لوگوں سے اریٹھٹ ہونے لگا ہوں۔ سب بس مجھے ایڈوائس "ادیتے ہیں، بولنے کا موقع ہی نہیں ملتا۔ سوچا، لاء ہی پڑھ لوں... کم سے کم وہاں تو بولنے کا حق ملے گا

ایک تو جھوٹ بولا، اوپر سے اس انداز میں بولا کہ ممی کی آنکھیں مجھ پر ٹک گئیں۔ وہ کچھ بولی نہیں، پر ان کی نگاہوں نے مجھے کافی کچھ سنا دیا۔ اور میں نے بھی اپنی آنکھوں کے اشارے سے جواب دے "دیا—" اچھا فرینڈ سرکل بنائیں، یہ گوسپ آئیڈیز سے دور رہیں۔

ممی نے آنکھیں دکھائیں، میں سمجھ گیا کہ زیادہ بولنا ٹھیک نہیں۔ بنا کچھ اور کہے میں وہیں سے اپنے کمرے کی طرف نکل گیا۔

"شالان، اب تمہیں فیصلے خود لینے ہوں گے۔"

چچو کی بات سے ایک پل کے لیے سب کچھ رک گیا۔ پولیس آفیسرز کے بیچ ڈسکشن چل رہی تھی، لیکن میری سوچ کہیں اور تھی۔ انہوں نے کہا تھا—اب تمہارے پیرنٹس تمہارے ساتھ نہیں ہیں... ہم ہیں، لیکن فیصلے تمہیں لینے ہوں گے۔

مجھے نہیں پتا تھا کہ یہ ورڈز ایک ذمہ داری کا وزن لے کر گریں گے یا ایک ایسی آزادی دیں گے جو مجھے ہمیشہ چاہیے تھی۔ لیکن ایک بات تو پکی تھی—میں اب بھی کنفیوز تھا۔

کچھ دن گھر پر نکل گئے۔ میں پولیس کی ڈسکشنز سے دور بھاگتا رہا۔ جب بھی وہ آتے، چچو بلاتے، میں یا تو بہانہ بنا دیتا یا اگر چلا بھی جاتا، تو ایک کونے میں بنا کسی انٹرسٹ کے بیٹھا رہتا۔ سچ تو یہ تھا کہ مجھے سچ سننا ہی نہیں تھا۔

چچو نے میری حالت دیکھ کر باسٹل واپس بھیجنے کا فیصلہ کیا، شاید سوچ رہے تھے کہ پڑھائی میں دل لگے گا۔ لیکن انہیں نہیں پتا تھا کہ مجھے اب صرف ایک چیز کی ضرورت تھی—سچ کو سمجھنے کی۔

باسٹل پہنچتے ہی روحان نے مجھے دیکھا اور بغیر کچھ سوچے مجھے گلے لگا لیا۔ اس نے بغیر پوچھے میرا ٹرالی اٹھائی اور اندر لے گیا۔ میں بھی اس کے پیچھے چلتا رہا، لیکن جیسے ہی اپنے بیڈ پر گرا، ایک عجیب سی سکون بھری تھکن محسوس ہوئی۔

روحان سمجھ گیا تھا۔ وہ بغیر کچھ کہے مجھے وہیں چھوڑ کر چلا گیا۔

"کچھ دیر بعد واپس آیا، ہاتھ میں ایک پیپر بیگ تھا۔ مجھے دیکھتے ہی بولا، "کھانا کھا لے یار۔"

مجھے بالکل دل نہیں تھا، لیکن اس کی ضد کے آگے ہار ماننی پڑی۔

دن یونہی گزرتے گئے۔ کلاس جاتا، واپس آتا، اور گھنٹوں تک چھت کو گھورتا رہتا۔ کبھی لیپ ٹاپ کھول کر بے مقصد اسکرول کرتا رہتا، تو کبھی صرف ایک جگہ جم جاتا۔ میں سب کچھ دیکھ رہا تھا، لیکن سمجھ کچھ نہیں پا رہا تھا۔

روحان بھی پریشان ہو گیا۔ پہلے تو کہتا تھا، "باہر چل، کچھ ایکٹیویٹیز کرتے ہیں۔" پر جب میں سنتا ہی نہیں تھا، تو اس نے کہنا ہی چھوڑ دیا۔

مجھے میری خود کی چھپنے کی جگہ مل گئی تھی، پر سچ کہیں نہ کہیں مجھے ڈھونڈ رہا تھا۔

شیڈو ایجنسی

ایک دن چچو کا فون آیا۔

"شالان، میں ایک پرائیویٹ ڈیٹیکٹیو رکھ چکا ہوں۔ ایک ہفتے بعد سے وہ لوگ کام شروع کر دیں گے۔"

انہوں نے یہ عام انداز میں کہا، جیسے یہ کوئی معمولی ڈسپینسری ہو۔ لیکن میرے لیے یہ صرف ایک اپڈیٹ نہیں تھی۔ یہ ایک شکار کا آغاز تھا۔

ایک ہفتے بعد شام کے وقت ڈیٹیکٹیو ثنا اور جرنلسٹ رایان میرے گھر آئے۔

میں بالکونی سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ چچو لان میں بیٹھ کر ان سے بات کر رہے تھے۔ ٹیبل پر پیپرز بکھرے ہوئے تھے، جیسے وہ کوئی آفس ہو۔ کبھی چچو بولتے، تو وہ دونوں دھیان سے سنتے۔ کبھی ان کی بات ہوتی، تو چچو بھی ایک ایک ورڈ سمجھنے کی کوشش کرتے۔

مجھے پہلی بار محسوس ہوا... یہ صرف ایک کیس نہیں ہے۔ یہ ایک گیم ہے۔ اور مجھے اس میں حصہ لینا ہی ہوگا۔

تبھی چچی نے روم کا دروازہ کھولا۔

"شالان، تمہاری چائے۔"

میں نے جلدی سے اپنے بکھرے ہوئے پیپرز اور لیپ ٹاپ کو ایک طرف کیا۔

"تمہارا پروجیکٹ ہے؟" انہوں نے پوچھا۔

"جی، ہاں۔" میں نے بغیر کسی جھجک کے جھوٹ بولا۔

میں نہیں چاہتا تھا کہ کسی کو پتہ چلے کہ میں بھی اس کیس پر ریسرچ کر رہا ہوں۔ کیونکہ اگر کسی نے جان لیا، تو یہ لوگ مجھے روکنے کی پوری کوشش کریں گے۔ اور میں رکنے والوں میں سے نہیں تھا۔

"جاتے ہوئے دروازہ بند کر دیجیے گا۔"

چچی سمائل دیں، میرے سر پر ہاتھ رکھا، اور بغیر کچھ کہے چلی گئیں۔

رات کے کھانے پر چچو لیٹ آئے۔ میں نے ان کا انتظار کیا۔

"وہ لوگ کیا کہہ رہے تھے؟" میں نے عام انداز میں پوچھا، جیسے مجھے انٹرسٹ ہی نہ ہو۔

"وہ لوگ کل سے کام شروع کریں گے۔ سارے پیپرز لے لیے ہیں۔"

"دونوں ڈیٹیکٹو ہیں؟" میں نے جان بوجھ کر یہ سوال کیا، جیسے مجھے کچھ پتہ ہی نہ ہو۔

"نہیں، ایک جرنلسٹ ہے۔ یہ دونوں تمہارے پیرنٹس کو اچھی طرح جانتے تھے اور چاہتے ہیں کہ رپورٹنگ بھی ہو اور سچ بھی سامنے آئے۔"

میں بس سر ہلا کر سنتا رہا۔ مجھے ان کے ورڈز سے کوئی فرق نہیں پڑ رہا تھا۔ جو فرق پڑ رہا تھا وہ یہ کہ اب مجھے بھی سچ جاننا ہے، لیکن اپنے طریقے سے۔

رات کو باسٹل واپس جانے کا ڈسیژن کیا۔

پاپا کی کار لی، باسٹل کی پارکنگ میں کھڑی کی، اور سپر مارکیٹ سے کچھ چپس اور روبان کے پسندیدہ بسکٹ لیے۔ مجھے اس رات لیٹ تک جاگنا تھا۔

روم میں جا کر لیپ ٹاپ کھولا اور "شیڈو ایجنسی" کا نام ٹائپ کیا۔

یہ صرف ایک کمپنی تھی یا کسی بڑے راز کا پہلا سراغ؟

مجھے نہیں معلوم، لیکن ایک بات ضرور جانتا تھا—

اب میں صرف ایک اسپیکٹیٹر نہیں تھا۔ اب میں بھی اس گیم کا حصہ تھا۔

میرا ہاسٹل روم ایک بیٹل فیلڈ لگ رہا تھا—ڈیسک پر کرائم رپورٹس، نیوز پیپرز، اور نوٹ بکس بکھری تھیں۔
وال پر ایک بڑا سا کارک بورڈ، جس میں "شیڈو ایجنسی"، ڈیٹیکٹیو ثنا اور جرنلسٹ رایان کی فوٹوز اور
ڈیٹیلز پن کی ہوئی تھیں۔ ریڈ اسٹرنگز ان کے کنیکشنز دکھانے کی کوشش کر رہی تھیں، جیسے ایک بڑا
کانسپریسی ویب بو۔

روبان کمرے کے دروازے پر کھڑا تھا، ہاتھ میں کافی کا مگ لیے، مجھے اور میرے بکھرتے دماغ کو دیکھ رہا تھا۔
"تو سچ میں پاگل ہو رہا ہے، شالان،" اس نے آخرکار کہا۔
"ہو سکتا ہے،" میں نے بغیر نظر ہٹائے لیپ ٹاپ کی اسکرین پر ٹائپ کرتے ہوئے کہا۔

کمرے میں صرف کی بورڈ کی ٹیپنگ اور کافی کی خوشبو تھی۔ پچھلے ایک ہفتے سے یہی روٹین تھا—کلاس
جانا، واپس آنا، اور گھنٹوں تک ریسرچ میں غرق رہنا۔ روبان لیکچرز کور کر رہا تھا، پر اس کا پیشنس اب ختم
ہو رہا تھا۔
مجھے ایک نیکسٹ موو کرنی تھی۔

اگلے دن صبح، میں نے اپنا بیگ پیک کیا—کچھ کپڑے، لیپ ٹاپ، کیمرہ، ایک لیذر نوٹ بک، اور سب سے
ضروری چیز، ایک آڈیو ریکارڈر پین۔ سنیکس بھی لے لیے، کیونکہ مجھے پتہ تھا کہ یہ مشن ایک دن کا نہیں
ہونے والا۔ پھر میں نے کار اٹھائی اور شیڈو ایجنسی کی بلڈنگ کے نیچے پارکنگ میں گاڑی روکی۔

میرا پلان سادہ تھا—انتظار اور مشاہدہ۔

دن ڈھلنے لگا، اور تبھی میں نے دیکھا—ڈیٹیکٹیو ثنا کچھ لوگوں کے ساتھ بلڈنگ سے باہر نکلی۔ اس کے ہاتھ
میں ایک آئی پیڈ تھا، اور وہ لوگ کچھ سنجیدہ ڈسکشن میں لگے تھے۔ میں نے اپنا سن گلاسز ایڈجسٹ کیا
اور کار اسٹارٹ بٹن پر انگلی رکھ دی، پر تبھی وہ لوگ رک گئے۔ ایک بلیک بی ایم ڈبلیو آئی، اور بغیر وقت
گنوائے وہ اس میں بیٹھ گئے۔

میں نے ان کی کار کو ڈسٹنس بنا کر فالو کیا۔ وہ لوگ ایک تنگ گلی میں گھس گئے۔ یہ تو واضح تھا کہ وہ
دیکھ رہے تھے کوئی ان کا پیچھا تو نہیں کر رہا۔ میں نے فوراً اپنی اسپید سلو کی اور سیدھا آگے بڑھ گیا،
جیسے کچھ پتہ ہی نہ ہو۔

پھر، ایک جانا پہچانا گھر دکھا۔ ایک لمحے کے لیے، وقت فریز ہو گیا۔ یہی تو وہی گھر تھا جہاں ایک بار پاپا مجھے اور ممی کو لے کر آئے تھے... اور جہاں ان کا کسی سے بہت بڑا جھگڑا ہوا تھا۔

اس گھر کے سامنے ایک کنسٹرکشن سائٹ تھی—پرفیکٹ ہائڈنگ اسپوٹ۔ میں نے اپنی کار ایک کونے میں پارک کی اور بیڈلائٹس آف کر دیں۔ کچھ منٹ بعد، وہی بلیک بی ایم ڈبلیو وہیں آئی۔ ثنا اور رایان نکلے۔ رایان کے ہاتھ میں ایک بڑا سا کیمرہ تھا—جرنلسٹ موڈ آن۔ دونوں آہستہ آہستہ ایک طرف چلے گئے، اور میں اپنی جگہ سے انہیں آبرو کرنے لگا۔

لیکن کچھ ہی دیر میں وہ واپس آئے۔ بی ایم ڈبلیو میں بیٹھتے ہی بیڈلائٹس کی روشنی میں ان کے چہرے دکھے—مایوسی۔ کچھ نہیں ملا۔ انہوں نے فوراً سگنل دیا، اور کار واپس ایجنسی کی طرف نکل گئی۔

میں نے ایک لمبی سانس لی۔ یہ اپروچ کام نہیں کرے گا۔ اگر مجھے سچ جاننا ہے، تو مجھے اندر سے کھیلنا پڑے گا۔

اگلے دن ٹیسٹ دینے کے بعد، میں نے سیدھا شیڈو ایجنسی کا رخ کیا۔ ریسپشن ڈیسک پر جا کر ایک فارم بھرا۔

"انٹرن شپ کے لیے اپلائی کرنا ہے،" میں نے کیجول انداز میں کہا۔

لابی میں ڈیٹیکٹیو ثنا دکھ گئی۔

ثنا، ثنا بشیر اپنی مڈ-تھرٹیز میں تھی، ایک ایسی عورت جو اپنے اندر ایک سکون بھرا اعتماد رکھتی تھی—جیسے کسی نے دنیا دیکھی ہو، ہزار راز کھولے ہوں، اور سچ کو ٹکڑوں سے جوڑنا سیکھ لیا ہو۔ اس کی گہری براؤن آنکھیں کسی بھی انسان کے اندر تک دیکھ سکتی تھیں، جیسے ہر جھوٹ کو فوراً پہچان لیتی ہوں۔ اس کے جیٹ بلیک بال ایک لو پونی ٹیل میں بندھے تھے۔ اس کا ڈریسنگ سینس پروفیشنل اور پریکٹیکل تھا—ایک نیوی بلو بلیزر جو اس کی سلیم فٹ وائٹ کرتی کے اوپر پرفیکٹ فٹ ہو رہا تھا، اور ساتھ میں بلیک ٹراؤزرز جو صاف ظاہر کر رہے تھے کہ وہ فیلڈ ورک کے لیے سوئیڈ ہیں۔

اس کے ہاتھ میں ایک آئی پیڈ تھا، اور لیفٹ فنگرز ایک اسٹیل کافی مگ کے کنارے پر ہلکی ٹھک ٹھک کر رہی تھیں۔—جیسے اس کا دماغ ایک ہی وقت میں ہزار چیزیں پروسیس کر رہا ہو۔

"شالان، رائٹ؟"

پہچان گئی ہے۔ آف کورس، ان کے پاس میرا پورا ڈیٹا ہوگا۔

ثناء

جیسے ہی میں نے لابی میں قدم رکھا، میری نظر اُس لڑکے پر جا ٹکی—شالان۔

وہ تقریباً 22-23 سال کا ہوگا، مگر اس کے چہرے پر ایک عجیب سا ٹھہراؤ تھا، جیسے زندگی نے اسے عمر سے زیادہ سمجھ بوجھ دے دی ہو۔ گرے سوٹ کے نیچے ایک سادہ سفید ٹی شرٹ، ہاتھ میں ایک سیلک بلیک گھڑی، اور گلے میں وہی چاندی کی چین—جو میں نے اس کی ہر تصویر میں دیکھی تھی۔ نیچے سفید اسنیکرز—سادہ مگر پُر اعتماد۔

لیکن سب سے نمایاں چیز اس کی نظریں تھیں۔

ایک تیز، جانچتی ہوئی نگاہ، جیسے ہر چہی ہوئی سچائی کو اس کی پناہ گاہ سے کھینچ کر باہر لے آنے کے لیے بنی ہو۔ گہرے بھورے بال، ہلکے بکھرے ہوئے—شاید سوچنے کی عادت میں انجانے میں اس کی انگلیاں بار بار ان میں گزر چکی تھیں۔

اس کی باڈی لینگویج سخت اور تجربہ کار لگی، جیسے کسی تربیت یافتہ انویسٹیگیٹر کی ہو، مگر اُس ٹھہرے ہوئے چہرے کے پیچھے کچھ اور چھپا تھا—ایک بے چینی۔ بے انتہا تجسس اور ایک چھپی ہوئی محتاط توانائی، جیسے وہ کسی بڑی حقیقت سے صرف ایک قدم دور کھڑا ہو۔

اور سب سے خاص بات؟

وہ جانتا تھا کہ میں اسے دیکھ رہی ہوں۔

جیسے ہی میں نے ایک قدم آگے بڑھایا، اُس نے بھی میرے ساتھ قدم ملا دیا۔

جیسے ہی ہماری جانچتی ہوئی نظریں ملیں، اس کے چہرے پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ اُبھری۔

"مس سنا؟"

اس کی آواز پُرسکون تھی، جیسے کسی بھی ردعمل کو جذب کرنے کے لیے تیار ہو۔

میں نے بس ہلکا سا سر ہلا دیا۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو؟" میں نے سیدھا سوال کیا، کیونکہ لابی میں اس کی موجودگی کا صرف ایک ہی

مطلب ہو سکتا تھا—یہ مجھے ڈھونڈنے آیا تھا۔

وہ ہلک جھپکائے بغیر میری آنکھوں میں دیکھتا رہا، جیسے کچھ سمجھنے کی کوشش کر رہا ہو۔

"میں یہاں جاب کے لیے آیا ہوں۔ میری یونیورسٹی نے مجھے انٹرن کے طور پر بھیجا ہے۔"

ایک لمحے کے لیے، مجھے لگا شاید وہ مذاق کر رہا ہے۔ انٹرن؟ دی شیڈو ایجنسی میں؟

میں نے تھوڑا آگے جھک کر اس کی بات واضح کرنے کی کوشش کی، "لیکن شاید تمہیں معلوم ہو کہ تم اس

کیس میں کوئی مدد نہیں کر سکتے۔"

ایک پل کے لیے، اس کے چہرے پر ہلکی سی الجھن نظر آئی، مگر پھر ایک عجیب سی مسکراہٹ کے ساتھ

بولا،

"جی، مجھے معلوم تھا۔ مگر میں پہلے ہی آپ کی ٹیم میں سلیکٹ ہو چکا ہوں۔"

میری آنکھیں ذرا تیز ہو گئیں۔ کیا؟

وہ جیسے میرے اسی ردعمل کا انتظار کر رہا تھا۔ ایک پُر اعتماد مسکراہٹ کے ساتھ بولا، "شاید آپ کو اطلاع نہیں ملی۔" اور بغیر ایک اور لفظ کہے، وہ ایجنسی کے مین گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔

میرے اندر غصے کی ایک عجیب سی لہر اُبھرنے لگی۔ مجھے اطلاع دیے بغیر یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ میں سیدھا ڈائریکٹر روحان کے آفس کی طرف بڑھی۔

جیسے ہی میں نے شیشے کا دروازہ زور سے کھولا، میں نے غصے بھری نظروں سے ڈائریکٹر کی طرف دیکھا۔ "سر، کیا آپ نے میری ٹیم میں کسی کو شامل کیا ہے؟"

روحان نے مجھے پُرسکون نظروں سے دیکھا، جیسے وہ پہلے سے ہی میرے ردعمل کے لیے تیار تھے۔

انہوں نے ایک فائل بند کی اور ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولے، "ہاں، میں نے اس کی تصدیق کر لی ہے۔ پروفیسر شرما نے اسے خود میرے پاس ریکمنڈ کیا تھا۔"

میرے ہاتھ خود بخود مڑ گئے۔ پروفیسر شرما؟ مطلب یہ فیصلہ باضابطہ طور پر ہو چکا تھا؟

روحان نے مزید وضاحت کی، "ان کا کہنا تھا کہ اپنے والدین کی موت کے بعد یہ لڑکا ذہنی طور پر بہت پریشان رہا ہے۔ اگر یہ کسی حقیقی کیس میں شامل رہے گا، تو اس کی ذہنی صحت کے لیے مددگار ثابت ہوگا۔ اور بدلے میں، یہ ہمارے کیس میں مدد کرے گا۔"

ان کے لہجے میں کوئی شک کی گنجائش نہیں تھی۔ یہ فیصلہ لیا جا چکا تھا۔

پہلی بار، مجھے کسی وکٹم کے قریبی شخص کو اپنی ٹیم میں رکھنا تھا۔ اور یہی بات مجھے سب سے زیادہ بے چین کر رہی تھی۔

شالان

مجھے پتہ تھا کہ مقتول کے رشتے دار کو مقدمے میں شامل کرنا اجازت نہیں ہوتی۔ اس لیے میں نے پہلے ہی اپنا کھیل سیٹ کر دیا تھا۔ پروفیسر شرما سے مل چکا تھا، کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ وہ اور ڈائریکٹر روحان کالج کے دوست تھے۔ ان کا نام میں نے کئی بار سنا تھا۔ بس ایک ملاقات، ایک مضبوط سفارش، اور میں ادارے کے اندر۔

جب باسٹل واپس آیا، تو سیدھا کمپیوٹر کھول کر کام پر لگ گیا۔ کچھ دیر بعد، روحان کمرے میں گھسا۔ جیسے ہی میں نے اسے نوکری کے بارے میں بتایا، اس کا چہرہ ایک دم چمک گیا۔ بغیر کسی وارننگ کے، مجھے گھسیٹ لے گیا ایک عالی شان بوٹل میں۔

جیسے ہی ہم وہاں پہنچے، میں نے اسے سمجھانے کی کوشش کی، "روحان، میں نے یہ نوکری کسی خوشی کے لیے نہیں لی۔ یہ صرف ایک وجہ سے کی ہے—میرے ابو کے مقدمے کو حل کرنے کے لیے۔"

وہ مجھے کچھ دیر تک دیکھتا رہا۔ پھر ایک ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا، "مجھے معلوم ہے، پر میں اس بات سے خوش ہوں کہ تو کمرے سے باہر تو نکلا۔ اور دعا کرتا ہوں کہ میں بھی تیرے ساتھ ہوتا۔ میں بھی چاہتا ہوں کہ آٹمی اور انکل کے قاتل کو سزا ملے۔"

میرے پاس کہنے کے لیے الفاظ نہیں بچے تھے۔

کچھ لمحوں کی خاموشی کے بعد، میں نے عام انداز میں کہا، "تو بھی درخواست کیوں نہیں دے دیتا؟"

روحان نے اپنی چمچ کانٹے کو درست کیا، پھر میری طرف دیکھا، "تو سمجھتا نہیں ہے، شالان۔ وہ لوگ مجھے رکھ لیں گے؟"

میں نے اس کی آنکھوں میں براہ راست دیکھا، "کیوں نہیں؟ ابھی وہاں تربیت کے لیے مواقع ہیں۔ تو درخواست تو دے سکتا ہے۔"

اس کے چہرے پر ایک عجیب سی سوچ تھی—جو پہلی بار اس کے الفاظ سے نہیں، اس کی آنکھوں سے سمجھ آئی۔

روحان ایک بے پرواہی سے خوش لباسی اختیار کرنے والا لڑکا تھا، جو بغیر کسی کوشش کے بھی ہمیشہ چست اور نفیس لگتا تھا۔ اس کے درمیانے لمبائی کے، ذرا بکھرے ہوئے سیاہ بال اس کی لاپرواہ شخصیت کو ظاہر کرتے تھے—جیسے اس نے کبھی کنگھی کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہ کی ہو۔

ہماری لباس پہننے کا انداز بہت ملتا جلتا تھا۔ وہ زیادہ تر آرام دہ اور مشہور برانڈز کے کپڑے پہنتا تھا—کشادہ ہڈیز، جینز، اور جوتے اس کی پہچان تھے۔ ایک سادہ سیاہ چمڑے کا بینڈ اس کی کلائی پر ہمیشہ رہتا، جو شاید ایک عادت یا کوئی جذباتی لگاؤ تھا۔ اس کا انداز بے فکر ہوتا، جیسے دنیا کی کوئی پریشانی اس کے ذہن میں نہ ہو۔

روحان صرف ایک دوست نہیں تھا—وہ ایک ایسا شخص تھا جو ہر صورتِ حال کو ایک الگ نظریے سے دیکھنے کی عادت رکھتا تھا۔ جہاں میں ہر چیز کو منطق اور ثبوت کی نظر سے دیکھتا، وہاں روحان کے لیے احساسات اور وجدانی کیفیات بھی اتنی ہی ضروری تھیں۔ وہ ایک ایسا لڑکا تھا جو زندگی کو سکون کے انداز میں گزارنا چاہتا تھا۔ اس کے ابو ایک کامیاب تاجر تھے اور امی ایک معتبر پروفیسر، اس لیے مالی دباؤ اس پر کبھی نہیں تھا۔ اس کے لیے ابھی زندگی کا مطلب صرف موجِ مستی، مہم جوئی، اور آزادی تھا—نوکری اور ذمہ داریوں سے دور۔

لیکن ایک اور چیز تھی جو اس کے اندر بہت مضبوط تھی—دوستی۔ مجھے دیکھ کر اسے لگتا تھا کہ میں اپنی زندگی صرف ایک ہی مقصد کے گرد گھما رہا ہوں۔ وہ جانتا تھا کہ میں اندر سے ٹوٹ چکا ہوں، پر اس کے بس میں نہیں تھا کہ مجھے روک سکے۔ اس لیے اس نے ایک فیصلہ کر لیا—اگر میں اپنے ماضی کا پیچھا نہیں چھوڑ سکتا، تو کم سے کم وہ مجھے اکیلا نہیں چھوڑے گا۔

"تو اپنی کہانی لکھ رہا ہے، شالان،" اس نے ہنستے ہوئے کہا، "اور مجھے صرف ایک ثانوی کردار بنا دیا؟"

مجھے معلوم تھا کہ وہ مذاق کر رہا ہے۔

"چل، اب زیادہ مت سوچ، اس بارے میں بعد میں بات کرتے ہیں۔" اس نے ایک سہل انداز میں کہا اور مینو اٹھا لی۔ "پہلے فیصلہ کر کہ کھائے گا کیا، فیوچر کرائم جرنلسٹ؟"

میں نے ایک ہلکی سی مسکراہٹ دی۔ چاہے وہ مذاق کر رہا ہو یا نہیں، مجھے یہ اچھا لگا کہ کوئی تو تھا جو میرے ساتھ کھڑا تھا۔

کھانا کھا کر ہم باسٹل لوٹ آئے۔ روحان اپنے بستر پر گرتے ہی سو گیا، اور میں، جیسے ہمیشہ ہوتا ہے، کمپیوٹر لے کر کیس کے نوٹس دیکھنے لگ گیا۔

اگلے دن صبح، 7 بجے اٹھتے ہی ایک آٹومیٹک روٹین فالو کیا—جلدی سے ریڈی ہوا، بیگ اٹھایا، اور کیمرا کو گلے میں لٹکایا۔ کار گھر پر چھوڑ دی اور بس اسٹاپ کی طرف نکل گیا۔

بس اسٹاپ پر تھوڑی دیر کھڑا رہا، ٹھنڈی ہوا چہرے سے ٹکرا رہی تھی۔ پھر ایک پرانی سی بس آئی، بریکس کی چیخ سنائی دی، اور میں بھیڑ کے ساتھ اندر گھس گیا۔ بس کے اندر ایک عجیب سی کیاؤس تھی—کسی کو آفس کے لیے دیر ہو رہی تھی، کوئی فون پر زور زور سے بات کر رہا تھا، ایک چھوٹا بچہ ماں کی گود میں رو رہا تھا۔ میں اس سب کو اگتور کرتے ہوئے اپنی بُک نکال لی۔ سائیکالوجی اور کرائم کی بُکس مجھے ہمیشہ سے اٹریکٹ کرتی تھیں۔ ابھی صرف 20 پیجز ہی پڑھے تھے کہ بس رک گئی—میری اسٹاپ آچکی تھی۔

بُک کو بیگ میں رکھا، ایئر فونز لگائے، اور ایجنسی کی طرف پیدل چل دیا۔

جب میں ایجنسی پہنچا، تو دیکھا کہ وقت سے 25 منٹ پہلے آ گیا تھا۔ تھوڑا ریلیف محسوس ہوا۔ لیکن جیسے ہی میٹنگ روم کا دروازہ دھکا دے کر کھولا، تو سامنے ایک عجیب سین تھا—سارے لوگ آلریڈی وہاں بیٹھے تھے، ٹائیرڈ اور فوکسڈ۔ میں نے اپنی واچ چیک کی—کیا میں لیٹ ہو گیا؟

ڈیٹیکٹیو ٹنا نے میری کنفیوژن دیکھ لی۔ اس نے تھوڑا مسکرا کر کہا، "تم ٹائم پر آئے ہو۔ ہم لوگ رات سے یہاں ہیں۔ ابھی اور ریسرچ باقی ہے، لیکن پہلے تھوڑا فریش ہونے جا رہے ہیں۔"

وہ جیسے ہی میٹنگ روم سے نکلی، میں نے ایک گہری سانس لی۔ پہلا ہی دن، اور یہ لیول کا انٹینسٹی؟ یہ صرف ایک جاب نہیں تھی۔ یہ ایک بیٹل فیلڈ تھا۔

کمرے میں ایک عجیب سی انرجی تھی—تھکن، ٹینشن، اور ایک بے چینی جو ہوا میں گھلی ہوئی تھی۔ سبھی لوگ نیند سے تھکے لگے، جیسے پوری رات کسی الجھن میں کاٹی ہو۔ ٹیبل کا حال دیکھ کر ہی سمجھ آ رہا تھا کہ یہاں کام رکنا نہیں۔ ہر جگہ پیپرز، اسکیٹرڈ نوٹس، اور بیسٹلی ڈراون میپس پھیلے تھے۔ ٹیبل کے سامنے ایک بڑی اسکرین تھی—اس پر میرے پیرنٹس کی تصویر۔

ایک سیکنڈ کے لیے میری سانسیں تھمی۔

میں نے بغیر آواز کیے اپنا بیگ اور کیمرہ ایک کونے میں رکھا اور نظر گھما کر روم کا اندازہ لگایا۔ ایک بڑا سا ٹیبل جس میں چاروں طرف کرسیاں تھیں، دیواروں کے ساتھ شیلووز جن میں فائلز بھر بھر کے رکھی تھیں۔ اوپر الیکٹرانکس کے الگ الگ گیجٹس پڑے تھے—سی سی ٹی وی ہارڈ ڈرائیوز، بگز، اور ٹریکنگ ڈیوائسز۔

لیکن میری نظر سب سے پہلے کہاں گئی؟

کافی مشین۔

ایک پیپر کپ اٹھایا اور اپنے آپ کو روک نہیں سکا۔ پہلی سہ لہی ہی تھی کہ ٹیبل پر پھیلا سارا ڈیٹا میرے سامنے تھا—میرے پیرنٹس کے سبھی ایمپلائز، بزنس پارٹنرز، دوستوں اور دشمنوں کی ڈیٹیلز۔ ہر جگہ ریڈ سرکلز، ایروز، اور بیسٹلی رٹن ریمارکس تھے—جیسے کسی نے ہر اینگل سے کیس کو توڑنے کی کوشش کی ہو۔

پھر میری نظر ایک فائل پر پڑی۔

"شیڈو ایجنسی: کانفیڈینشل۔"

میرا نیا آفس۔ میرا کام۔

مجھے اب تک یہ ایجنسی صرف ایک انٹرن شپ لگ رہی تھی، ایک ایسا موقع جس سے مجھے میرے پیرنٹس کے کیس کی طرف تھوڑا اور ایکسیس مل سکے۔ ہر جیسے جیسے میں یہ فائلز دیکھ رہا تھا، ایک اور چیز سمجھ آ رہی تھی—شیڈو ایجنسی کسی بھی نارمل انویسٹیگیٹو فرم سے الگ ہے۔ یہ ایک کارپوریٹ ریسرچ فرم ہے جو پرائیویٹ انویسٹیگیشنز بھی ہینڈل کرتی ہے، اور اس کیس کا ایک بڑا حصہ یہاں اینالائز ہو رہا ہے۔

دھیان سے فرسٹ پیج پلٹا۔ جتنا پڑھا، اتنی کیوریوسٹی بڑھتی گئی۔ ہر ایک ورڈ جیسے ایک نئے راز کا دروازہ کھول رہا تھا۔ لیکن تبھی—

"بہت تیز ہو تم، شالان۔"

ایک ٹھنڈی، لیکن ایچ والی آواز نے مجھے روک دیا۔

میں نے نظر اٹھائی۔ ڈیٹیکٹیو ٹنا واپس آ چکی تھی۔ ایکسپریشن انریڈیل تھا، لیکن اس کی آنکھیں ڈائریکٹلی میری ہر موو کو اسکین کر رہی تھیں—جیسے ایک ٹرینڈ پریڈیٹر اپنے پری کو دیکھتا ہے۔

اور تبھی، ایک اور ڈیٹیکٹیو، جو میری عمر کا ہی تھا، میرے بغل سے گزرا اور بغیر کسی بیڈیٹیشن کے میرے ہاتھ سے کافی کا کپ لے لیا۔ اپنی کرسی کھینچ کر لیپ ٹاپ آن کیا اور بغیر مجھے دیکھے کیڑولی بولا،

"واٹ؟ یو آر این انٹرن بیئر، یو شوڈ میک کافی فار ایوری ون۔"

میرے چہرے پر ایک پل کے لیے غصہ آیا، لیکن میں نے فائل واپس ٹیبل پر رکھی اور ایک کیڑول ٹون میں بولا، "بس تھوڑا سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔"

ٹنا کے لبوں پر ایک چھوٹی سی سمرک آئی، لیکن اس میں ایک وارننگ چھپی تھی۔
"اگر تمہیں سچ میں سمجھنا ہے، تو صحیح طریقے سے سیکھو۔ چھپ کر نہیں۔"

اس کے ورڈز سیدھا دماغ میں گھس گئے۔ یہ صرف ایک وارننگ نہیں تھی۔ یہ ایک چیلنج تھا۔

میٹنگ آفیشلی اسٹارٹ ہونے والی تھی۔ میں نے اپنے آپ کو کمپوز کیا، چیئر کے بیک ریسٹ سے سیدھا ہو گیا۔ یہ میری پہلی اسٹیپ تھی، اور مجھے ہر موو سوچ سمجھ کر چلنی تھی۔

میٹنگ روم میں ایک لو بڑ چل رہا تھا—سب اپنی رپورٹس اور لیپ ٹاپس میں گھسے ہوئے تھے۔ میں نے اپنے آپ کو کمپوز کیا، چیئر کے بیک ریسٹ سے سیدھا ہو گیا۔ یہ میری پہلی اسٹیپ تھی، اور مجھے ہر موو سوچ سمجھ کر چلنی تھی۔

تبھی، ایک آواز روم کے سائلنس کو توڑتی ہے۔

"تو کیا ہم تھیوریز بنانے والے ہیں یا کچھ ایکچول ایویڈینس بھی ہے؟"

ایک کیڑول، لیکن شارپ ٹون۔ ایک ایسی آواز جو بغیر زور دیے بھی کمانڈ کرتی ہے۔

میں نے سر اٹھایا۔ دروازے پر ایک آدمی کھڑا تھا—زیادہ فارمل نہیں، پر ایک جرنلسٹ کی ایفرٹ لیس کانفیڈینس اس کے ہر جیسپر میں تھی۔ ہاتھ میں ایک نوٹ پیڈ، ایک پین کو فنگرز میں کیڑولی اسپن کرتا ہوا، جیسے کوئی چیس پلیئر اپنی نیکسٹ موو سوچ رہا ہو۔

رایان ظفر۔

وہ بغیر کسی بیڈیٹیشن کے اندر آیا، ایک ایمپٹی چیئر کھینچ کر بیٹھا اور ٹیبل پر اپنا نوٹ پیڈ پٹخ دیا۔ اس کی آنکھیں ایک پل کے لیے مجھ پر ٹکتی ہیں—اسکیننگ، اسپسنگ، جیسے ایک ٹرینڈ جرنلسٹ کسی نئے سورس کو ایویلوئیٹ کر رہا ہو۔ پھر، بغیر کسی انٹروڈکشن کے، اس نے فائلز کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

"چلو دیکھتے ہیں، کیا نیا ملا ہے۔"

اس کی ہاڈی لینگویج ریلیکسڈ تھی، پر ہر موومنٹ کیلکولیٹڈ۔ ایسا بندہ جو ہر کنورسیشن میں ایک لیئر ایکسٹرا آبرزو کرتا ہو، جو ہر سینٹینس کے بیچ والے گیپس کو بھی سنتا ہو۔

ثناء نے ایک سائی کھینچی اور سارسٹیکلی بولی، "نائس آف یو ٹو فائنلی جوائن اُس۔"

رایان نے ایک شارٹ سمرک دیا۔

جب مسٹر رایان روم میں آیا، میٹنگ آفیشلی شروع ہو گئی۔ اسکرین پر تین تصویریں فلیش ہوئیں—

ایک بروکن واچ۔

تقریباً میری جیسی۔ میری ماں نے مجھے اور پاپا کو ایک ہی ماڈل کا دیا تھا۔ برتھ ڈے گفٹ۔

ایک کی۔

بغیر کی چین کے۔ اسٹرینج۔ ہمارے گھر کی ہر کی ایک کی چین کے ساتھ ہوتی تھی۔ ایک عجیب عادت تھی۔

ہم جہاں بھی گھومنے جاتے، ایک کی چین اور فوٹو میگنیٹ یادگار کے طور پر ضرور لے آتے۔

ایک سگریٹ بٹ۔

لیکن... ہمارے گھر میں سگریٹ کوئی نہیں پیتا تھا۔

رایان نے اسکرین سے نظر ہٹا کر رپورٹس اسکین کی۔ اس کا ٹون کلیڈ تھا، سیریس۔

"تھیف کی ایک بھی کلئیر امیج نہیں ملی۔ نہ سی سی ٹی وی، نہ کوئی آئی وٹنس۔ یہ آدمی ایک شیڈو کی طرح آیا اور بغیر ایک بھی کلو چھوڑے چلا گیا۔"

ثناء نے بغیر ایموشن کے ایک ہی ورڈ بولا — "پروفیشنل۔"

میں نے کیڑولی کہا، لیکن ہر ورڈ سوچ سمجھ کر — "ایک تھیف اتنا پروفیشنل کیسے ہو سکتا ہے؟"

رایان نے اسکرین کی طرف دیکھا اور صرف ایک سیکنڈ بیزیٹیٹ کیا۔

"ایگزیکٹولی۔ لیکن اگر یہ پلانڈ مرد تھا، تو کس نے کیا؟ فیصل احمد کے بزنس رائیولز؟ یا کوئی فیملی ڈسپیوٹ؟"

میں نے بغیر ایک سیکنڈ ویسٹ کیے وہ کی اٹھائی۔

میں نے ڈیلیبریٹ پاز کے ساتھ کہا، "شاید وہ چوری کرنے کے مقصد سے نہیں آیا تھا..."

سب نے ایک ساتھ میری طرف دیکھا۔

میں نے کاملی کی کو روٹیٹ کیا اور ایک اور لائن ڈراپ کی — "اور شاید وہ میرے پیرنٹس کو اچھے سے جانتا تھا۔"

ایک سائلنس چھایا۔

صرف پروجیکٹر کا سوفٹ ہم سنائی دے رہا تھا۔

ثناء نے نیروڈ آئیز سے دیکھا۔ رایان نے پین ٹورل کرنا بند کر دیا۔ وکرم (آئی ٹی ایکسپرٹ) نے کیوریوسٹی سے ایک آئی برو ریز کیا۔

"تمہیں ایسا کیوں لگتا ہے کہ یہ کسی جانے والے نے کیا؟" ثناء نے میری طرف دیکھا، نظر ایک دم انٹینس۔

جیسے ابھی بھی اس کو مجھ پر شک ہو۔

میں نے بغیر ایک سیکنڈ ویسٹ کیے کی اٹھائی اور کاملی بولا—

"اس کی وجہ سے۔"

میرے ورڈز پر ایک باز آیا۔ سب سن رہے تھے۔

"ہمارے گھر میں ہر کی کے ساتھ ایک کی چین ہوتی ہے۔ انفیکٹ، ہمارے پاس کیز سے زیادہ کی چینز ہیں۔ ہر

ٹرپ پر ایک یادگار کی چین اور فوٹو میگنیٹ لے آتے ہیں۔ پر یہ... بغیر کی چین کی کی گھر میں نہیں ہو

سکتی۔"

میری بات سن کر آیرا نے نیروڈ آئیز سے دیکھا، جیسے کچھ اینالائز کر رہی ہو۔

میں نے سگریٹ بٹ اٹھایا اور فنگرز کے بیچ رول کیا۔

"اور دوسری بات،" میں نے ڈیلیبریٹلی سلو ٹون میں کہا، "یہ سگریٹ۔"

ایک سائلنس۔

"پاپا کو سگریٹ سے سخت نفرت تھی۔ اتنی کہ مجھے ایک بار میرے فرینڈ سے ملنے تک نہیں دیا کیونکہ

انہوں نے اسے سگریٹ پیتے دیکھ لیا تھا۔"

رائن، جو اب تک سائلنٹ تھا، آگے جھکا۔ اس کے ایکسپریشنز سدینلی سیریس ہو گئے۔

"سو، آئی ہوپ یو بیو گاٹ یور آنسر۔" میں نے کیجولی بیک لین کیا جیسے کوئی بڑی بات نہیں بولی۔

ایک سائلنس چھا گیا۔

سب ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔

پھر، بنا کسی اور ڈسکشن کے، ساری ٹیم ایک نام پر فوکس ہو گئی—

سریش کھنہ۔

وہی بزنس مین جس سے پانچ سال پہلے ایک پارٹی میں پایا کی لڑائی ہو گئی تھی۔ اس بار اسکرین پر اس کی تصویر فلپش ہوئی۔ ساتھ میں اس کے بزنس ریکارڈز، کانفلکٹس اور پاسٹ رائول ریز۔

"یہ سریش کھنہ ہے،" وکرم نے اس کے فیس کی طرف اشارہ کیا۔ "پانچ سال پہلے، ایک ہائی-پروفائل پارٹی میں مسٹر احمد اور ان کا بڑا جھگڑا ہوا تھا۔ مسٹر احمد کے ایمپلائز اور بزنس پارٹنرز کے مطابق، اس انسیدنٹ کے بعد کھنہ کو بڑے فنانشل لاسز ہوئے۔"

وکرم ایک سیکنڈ کے لیے رک گیا، پھر دھیرے سے میری طرف دیکھا—جیسے اسے ڈر ہو کہ کہیں مجھے برا نہ لگ جائے۔

مس آیرا نے امیڈیٹلی اس کا ایکس پریشن پک کر لیا۔ اس نے ڈائریکٹلی میری طرف دیکھا، "شالان، یہ کیس صرف سرفیس تک نہیں رکے گا۔ تمہارے پیرنٹس کے بارے میں ایسی باتیں سامنے آئیں گی جو تم نے کبھی سوچی بھی نہیں ہوں گی۔ ہر انسان کے ڈارک سیکریٹس ہوتے ہیں۔"

میں نے بنا کسی ہیزٹیشن کے کہا، "آئی ایم پریپیئرڈ فار دس۔ اگر میں یہاں ہوں، تو اس کا مطلب میں نے پہلے سے سب کچھ سوچ سمجھ لیا ہے۔"

ایک سیکنڈ کے لیے روم میں صرف پروجیکٹر کی ہلکی سی ہم سنائی دی۔

پھر وکرم نے کرسر موو کیا، ایک نیا سلائیڈ اسکرین پر فلپش ہوا—منی ٹرانسفر ڈیٹیلز۔

"اس دن کے بعد، مسٹر احمد نے کھنہ کو برباد کرنے کی پوری کوشش کی تھی۔" وکرم نے ایک فائل اوپن کی۔

اسکرین پر ایک پیٹرن ایمرج ہونے لگا—ملٹیپل فنانشل ڈیلز جو ابرپٹلی کینسل کی گئی تھیں۔

"یہ دیکھو،" وکرم نے ایک کولم ہائی لائٹ کیا۔ "کھنہ کے ساتھ کی گئی ساری بڑی ڈیلز ٹرمینیٹ ہو گئی

تھیں... اور انہی کمپنیز نے مسٹر احمد کے ساتھ نئے کانٹریکٹس سائن کیے، کم داموں میں۔"

سب سائلنٹ ہو گئے۔

"تو اس کا مطلب سمپل ہے،" رائن نے فائنلی کہا، "کھنہ نے سب کچھ کھویا ہے، اس کا سب سے بڑا دشمن

اگر کوئی ہے، تو وہ مسٹر احمد ہی ہوگا۔ ریونج ایک سٹرانگ موٹیو ہے۔"

کچھ دن تک صرف ریسرچ ہی چلتی رہی۔ مسٹر کھنہ کے بارے میں ڈیٹیلز نکالنے میں کافی ٹائم لگ رہا تھا۔ ہر دن نئے ڈاکیومنٹس، ریکارڈز، اور پھر بھی صرف اتنی ہی انفارمیشن ملتی جیسے کسی بڑے جگسا پزل کا ایک چھوٹا ٹکڑا۔

اسی بیچ، روبن بھی ایجنسی جوائن کر چکا تھا—ایز این انٹرن، آئی ٹی ڈیپارٹمنٹ میں۔

مجھے ہمیشہ لگتا تھا کہ کیس جلدی سولف ہو جاتا ہے—موویز اور ناولز سے جو سیکھا تھا، ان میں دو-تین گھنٹے میں سب کچھ ختم ہو جاتا تھا۔ میں کرائم جرنلزم کا اسٹوڈنٹ تھا، ہمارے پروجیکٹس صرف آلریڈی سولفڈ کیسز کو اینالائز کرنے تک لیمیٹڈ تھے۔ یہ ریئل تھا۔ یہاں تین دن ہو چکے تھے، دن کے سترہ-اٹھارہ گھنٹے کام کرنے کے بعد بھی صرف اتنا پروگریس ہوا جتنا ایک ناول کے صرف دس پیجز پڑھنے میں ہوتا۔

ایک دن، مس آیرا نے میری حالت دیکھی تو ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ بولی،

"کیا ہوا؟ کیس سولف کرنے کی بہت جلدی ہے؟"

میں نے تھوڑا ہنس کر اپنے سر کے پچھلے حصے کے بال کھجائے۔

"مجھے لگا تھا کہ یہ جلدی سولف ہو جائے گا، بٹ اب سمجھ آ رہا ہے... یہ ایک پیشنٹس گیم ہے۔"

آیرا نے تھوڑا سارکاسٹک انداز میں کہا،

"اتنی ایزی نہیں ہوتی کسی بھی کیس کی انویسٹیگیشن۔ کئی دن لگ جاتے ہیں۔ کبھی کبھی کرمئل کو

معلوم بھی ہو جاتا ہے کہ ہم اس کے پیچھے ہیں۔ پھر تھریٹس بھی آتی ہیں... اور پھر—"

میں نے اس کی بات بیچ میں کٹ دی۔

"آپ کو ملی ہے کبھی تھریٹ؟"

ایک سیکنڈ کے لیے، اس کا چہرہ بالکل خالی ہو گیا۔ جیسے میں نے اس کے ماضی کا کوئی دروازہ کھول دیا ہو۔

اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہہ پاتی، مسٹر ریان کی آواز آئی۔

"ثنا... ثنا...!"

ہم دونوں دوسری منزل کی بالکونی پر تھے۔ ریان سیڑھیوں سے آتے دکھائی دیے، لیکن جیسے ہی ان کی نظر مجھ پر پڑی، ان کی آواز دھیمی ہو گئی۔

"مس ثنا، آپ کا لنچ۔"

ثنا تھوڑی الجھن میں نظر آئی، پھر بغیر کچھ کہے اپنا لنچ اٹھایا اور چلی گئی۔ ریان نے بھی فوراً اپنے فون کے نوٹیفیکیشن پر نظر ڈالی اور "معاف کیجیے گا" کہہ کر نیچے چلے گئے۔

مجھے فوراً محسوس ہوا— ان دونوں کے درمیان کچھ تو ہے۔

جب میں میٹنگ روم میں واپس گیا تو وہاں وکرام اور روبن پہلے سے موجود تھے۔ روبن نئے سسٹم کو سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا، اور وکرام اپنے لیپ ٹاپ میں مصروف تھا۔

میں نے بے ساختہ پوچھا، "مس ثنا اور مسٹر ریان کب سے یہاں کام کر رہے ہیں؟"

وکرام نے ایک سیکنڈ کے لیے میری طرف دیکھا، پھر بغیر کسی تاثر کے بولا،
"دونوں یہاں انٹرن کے طور پر آئے تھے۔ کالج میٹس بھی تھے۔ افواہ ہے کہ ان کی شادی ہو چکی ہے۔ لیکن ایجنسی میں کسی کو کسی کے ذاتی معاملات میں دلچسپی نہیں... اور نہ ہی وقت۔"

روبن نے بھی بس ایک نظر ڈالی، پھر دوبارہ اپنے کام میں لگ گیا۔

میں نے "بمم..." کہہ کر اپنا لیپ ٹاپ کھولا، لیکن ایک خیال میرے دماغ میں جم گیا—
افواہیں کبھی کبھار سچ بھی ہوتی ہیں۔

میٹنگ روم میں گہرا سناٹا تھا۔ مدہم روشنی اسکرین پر پڑ رہی تھی، جس میں نئے شواہد ایک کے بعد ایک سامنے آ رہے تھے۔ سب کی نظریں اسکرین پر جمی ہوئی تھیں، اور ہر کسی کی باڈی لینگویج بتا رہی تھی کہ یہ کیس توقع سے کہیں زیادہ پیچیدہ ہونے والا ہے۔

آج کی میٹنگ وکرام لیڈ کر رہا تھا۔ اس نے اپنے لیپ ٹاپ پر ایک بٹن دبایا، اور اسکرین پر ایک مالی لین دین (فنانشل ٹرانزیکشن) کا اسکرین شاٹ آیا۔

"ایک ٹرانزیکشن ملی ہے،" اس کی آواز بالکل مستحکم تھی۔ "بھیجنے والا نامعلوم، لیکن یہ رہی رسید—
'شیڈو فاکس لمیٹڈ'۔"

کمرے میں ایک لمحے کے لیے خاموشی چھا گئی۔ مسٹر ریان نے اپنی کرسی پر تھوڑا پیچھے ہو کر سوچا۔ ان کی آنکھیں سکڑی ہوئی تھیں، جیسے وہ اپنی یادداشت کھنگال رہے ہوں۔ پھر دھیرے سے بولے،
"یہ نام کچھ جانا پہچانا لگ رہا ہے..."

وکران نے ایک اور کلک کیا، اور اگلا سلائیڈ سامنے آیا۔

"میں نے اس پر مزید گہری تحقیق کی، تو معلوم ہوا کہ 'شیڈو فاکس لمیٹڈ' ایک انویسٹمنٹ کمپنی ہے، جو
ایک پرسنل ٹرسٹ فنڈ سے آپریٹ ہوتی ہے۔"

مس ثنا نے ہلکی سی تجسس بھری آواز میں پوچھا، "اور یہ ٹرسٹ؟"

وکران نے ایک اور کلک کیا۔ اس بار اسکرین پر ایک اور نام نمودار ہوا—
'ایس۔ کے۔ ٹرسٹ'۔

ایک لمحے کے لیے میٹنگ روم میں گھمبیر خاموشی چھا گئی۔

روبن، جو اب تک بس سن رہا تھا، الجھن میں میری طرف دیکھ کر دھیرے سے بولا، "ایس۔ کے؟"

میں نے وکران کی طرف دیکھا، اور اس سے پہلے کہ میں کچھ کہتا، مس ثنا اور مسٹر ریان ایک ساتھ بولے—
"سریش کہنے۔"

وکران نے بس ایک ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ انگوٹھے کا اشارہ کیا— بالکل درست!

مس ثنا نے ایک لمحے کے لیے سوچا، پھر تھوڑے مشکوک تاثرات کے ساتھ بولی،
"یہ ایک اتفاق بھی ہو سکتا ہے۔"

وکران نے بغیر کوئی لمحہ ضائع کیے ایک اور سلائیڈ بدلی۔ اس بار اسکرین پر مسٹر کہنے کی تصویر آئی، اور
اس کے نیچے اس کا کاروباری پروفائل۔

"جب آپ لوگ مسٹر کہنے کے پاس گئے تھے، تو انہوں نے کہا تھا کہ قتل کی رات کسی پرائیویٹ ایونٹ میں تھے۔ مگر اب تک نہ کوئی سی سی ٹی وی فوٹیج ملی، نہ کوئی ٹھوس ثبوت، نہ گواہ۔"

وکرام ایک لمحے کے لیے رکا، پھر اگلا سلائیڈ بدلا۔

"دوسرا نکتہ— قتل کے آس پاس ان کا فون بند تھا۔ جب پوچھا گیا، تو کہا کہ فیملی ایونٹ میں تھے، جہاں اصول تھا کہ سب فونز بند رکھیں۔"

یہ کافی "مناسب" بہانہ تھا۔

اگلا سلائیڈ چمکا— بی ایم ڈبلیو ایکس 5 (بلیک سفائر میٹلک)۔

"تیسرا نکتہ— یہ ان کی رجسٹرڈ گاڑیوں میں سے ایک ہے۔ اور یہی ماڈل مسٹر احمد کے مین گیٹ کے سی سی ٹی وی فوٹیج میں بھی نظر آیا۔ شام 4 بجے سے لے کر صبح 6 بجے تک وہیں موجود تھا۔ صرف پیچھے کا حصہ کیمرے میں آیا ہے۔ جب یہ گاڑی نکلی، تو اس کی رفتار اتنی زیادہ تھی کہ نمبر پلیٹ نظر نہیں آئی۔" ایک اور سلائیڈ۔ اس بار سگریٹ کا جلا ہوا ٹکڑا۔

چوتھا نکتہ— مسٹر کہنے کے ایک ایمپلائی کا کہنا ہے کہ انہوں نے 4 سال پہلے سگریٹ پینا چھوڑ دیا تھا۔

ایک اور اتفاق؟ یا کوئی جان بوجھ کر سراغ چھوڑ رہا ہے؟

وکرام اپنی کرسی پر بیٹھ گیا، اور ایک گہری سانس لی۔ کمرے کا ماحول مزید سنجیدہ ہو گیا تھا۔

میں نے اپنی انگلیوں کے بیچ پین گھماتے ہوئے کہا، "بہت زیادہ اتفاقات..."

مسٹر ریان نے میری طرف دیکھا، پھر دھیرے سے سب کی طرف، اور ایک بار پھر پرسکون انداز میں کہا، "یا گمراہ کن۔"

مس ٹنا ایک لمحے کے لیے خاموش رہیں، پھر ہلکی سی مسکراہٹ دیں— جو واضح اشارہ تھا کہ وہ بھی مسٹر ریان کی بات سے متفق ہیں۔

مسٹر ریان نے اپنی بات کو مزید بڑھاتے ہوئے کہا،

"یا تو واقعی مسٹر کھنہ ذمہ دار ہیں... یا کوئی اور ہے جو مسٹر کھنہ اور مسٹر احمد کے درمیان دشمنی کا فائدہ اٹھا رہا ہے۔"

وکرام تھوڑا جھکا، بھنویں سکوڑیں، اور سوالیہ لہجے میں بولا، "تو کیا یہ سارے شواہد غلط ہیں؟"

مس ثنا نے فائلز کو اسکین کرتے ہوئے کچھ سوچا، پھر پرسکون انداز میں بولیں،

"نہیں۔ لیکن ہمیں یہ بھی یاد رکھنا ہوگا کہ صرف ان سراغوں کی بنیاد پر ہم کسی کو مجرم تصور نہیں کر سکتے۔ جب تک کوئی ٹھوس ثبوت نہ ہو، ہمیں ہر زاویے سے دیکھنا ہوگا۔"

"اس چابی کا کیا ہوا جو ہمیں مسٹر احمد کے گھر سے ملی تھی؟" ثنا کی آواز بالکل مستحکم تھی، جیسے وہ کسی کھوئے ہوئے پہیلی کے ٹکڑے کو تلاش کر رہی ہوں۔

ریا ملہوترا (اسسٹنٹ انویسٹی گیٹر) نے چابی اٹھائی، اسے انگلیوں کے درمیان گھمایا اور گہری سوچ میں ڈوب گئی۔

"میں نے اس کے بارے میں مسٹر فائزان احمد سے بات کی تھی،" اس نے فائل پلٹ کر کہا۔ "ان کا کہنا ہے کہ یہ چابی ان کے گھر کی نہیں ہو سکتی۔ ہر چابی کے ساتھ ایک کی چین ہوتی ہے، اور اگر یہ آفس کی ہوتی تو اس کا ڈپلیکیٹ ان کے پاس بھی ہوتا۔ لیکن یہ ان کے لیے بھی ایک معمہ ہے۔"

ثنا نے ایک لمحے کے لیے سوچا اور پھر پوچھا، "اور تمہاری تحقیق؟"

ریا نے ایک اور دستاویز کھولی۔ "یہ کسی عام دروازے یا لاکر کی چابی نہیں لگتی۔ اس کے ڈیزائن اور ساخت سے لگتا ہے کہ یہ کسی درمیانے سائز کے پیڈ لاک (تالا) کی چابی ہے۔"

ایک لمحے کے لیے کمرے میں صرف اسکرینز کی مدہم روشنی تھی۔

مسٹر ریان نے اپنی انگلیوں سے ٹیبل پر ہلکی ہلکی دستک دیتے ہوئے کہا،

"تو دو امکانات ہیں — یا تو یہ کسی خفیہ گودام کی چابی ہے جس کے بارے میں کسی کو علم نہیں، یا پھر یہ قاتل کی جیب سے گری ہے۔"

میں نے اپنا پین میز پر گھمایا اور آہستہ سے کہا،
"اگر دوسرا امکان سچ ہے... تو اس کا مطلب ہے کہ قاتل وہیں تھا۔ اور یہ چابی ہمیں اس تک پہنچا سکتی
ہے۔"

اگلے کچھ دن اذیت کی طرح گزرے۔
نہ صرف مصروف، نہ صرف تھکا دینے والے—بالکل جان لیوا۔
میں اور مسٹر ریان دو ہفتے تک ایک ہی کار میں مسٹر کھنہ کے پیچھے لگے رہے۔
ہر روز وہی روٹین—پیچھا کرو، نوٹ کرو، مشاہدہ کرو، دہراؤ۔
جب مجھے نیند آتی، مسٹر ریان جاگتے۔ جب ان کی شفٹ ہوتی، میں کافی اور جرم کے احساس کے سہارے
زندہ رہتا۔

اور یہ جرم کا احساس کس بات کا تھا؟
کہ یہ مشن ہماری امیدوں سے زیادہ بورنگ ثابت ہو رہا تھا۔
مسٹر کھنہ کی زندگی مشکوک کم، اور روبوٹک زیادہ تھی۔
صبح 9:30 بجے گھر سے نکلتے، 10:00 بجے دفتر پہنچتے۔
دوپہر کا کھانا دفتر کی کیفے ٹیریا میں کھاتے، پھر واپس اپنے کین میں بند ہو جاتے۔
شام 8:00 بجے دفتر سے نکلتے، 8:15 بجے جم پہنچتے، ایک گھنٹے کی ورزش کرتے، اور 9:30 بجے گھر لوٹ
آتے۔

اتوار کو معمول تھوڑا مختلف ہوتا—
دن بھر گھر میں رہتے اور رات کو جاپانی ریستورنٹ میں فیملی ڈنر کرتے۔

نہ کوئی خفیہ ملاقاتیں۔
نہ کوئی مشکوک لوگ۔
نہ کوئی دروازوں کے پیچھے مافیا کی سرگوشیاں۔

اگر یہ شخص قاتل ہے، تو یا تو اس کی اداکاری آسکر ایوارڈ جیتنے کے لائق ہے...

یا پھر ہم غلط آدمی کے پیچھے اپنا وقت برباد کر رہے ہیں۔

لیکن ایک اور چیز تھی جو مجھے بے چین کر رہی تھی—

آریان کہنے۔

مسٹر کہنے کا بیٹا۔ میرا بچپن کا سب سے اچھا دوست۔

جو اب نہیں ہے۔

ایک وقت تھا جب ہماری فیملیز کافی قریب تھیں۔

ہم دونوں ساتھ کھیلنے، پڑھائی میں مدد کرتے، اور ایک دوسرے کی ہر خفیہ بات جانتے تھے۔

بچپن کا وہ دوست جسے تم بھولنا بھی چاہو، تو نہیں بھول سکتے۔

لیکن ایک جھگڑے کے بعد سب بدل گیا۔

پاپا کو آریان پسند نہیں تھا۔

انہیں ہمیشہ اس کے خاندان سے مسئلہ تھا، مگر ان کے پاس مجھے دوستی ختم کروانے کا کوئی ٹھوس بہانہ

نہیں تھا۔

جب تک کہ...

ایک دن پاپا نے آریان کو اپنے والد کی چھپائی ہوئی سگریٹ چراتے ہوئے دیکھ لیا۔

بس۔

انہیں جو چاہیے تھا، مل گیا—ایک پرفیکٹ بہانہ۔

"آریان تمہیں بگاڑ رہا ہے۔"

"اس کی عادتیں اچھی نہیں ہیں۔"

"یہ دوستی تمہارے لیے اچھی نہیں ہے۔"

یہ باتیں روز دہرائی جاتی رہیں، جب تک کہ میں نے آریان سے دوری نہیں بنا لی۔

اس کے بعد آریان کے خاندان کو مالی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا اور اس کا اسکول بدل گیا۔

اس نے کبھی کال نہیں کی۔

میں نے بھی نہیں۔

اور آج، میں اس کے باپ کو ایک قتل کے مشتبہ شخص کے طور پر اسٹالک کر رہا تھا۔

قسمت کتنی عجیب ہوتی ہے۔

آج مسٹر کھنہ پر نظر رکھنے کا آخری دن تھا۔

اب تک کوئی ثبوت نہیں ملا۔

کوئی مشکوک سرگرمی نہیں۔ بس ایک ڈیڈ اینڈ۔

مسٹر ریان ڈرائیور کی سیٹ پر کافی کی چسکیاں لے رہے تھے، اور میں بیک سیٹ میں لیپ ٹاپ پر آج کی

فالو اپ رپورٹ لکھ رہا تھا۔

لیکن ایمانداری سے؟

میرے دماغ میں ایک اور سوال گھوم رہا تھا۔

اور آج اسے پوچھنے کا بالکل صحیح وقت تھا۔

"کیا آپ اور مس سنا شادی شدہ ہیں؟"

مسٹر ریان کا ردعمل؟

ایک سیکنڈ کے لیے فریز ہو گئے۔

پھر دھیرے سے پیچھے مڑ کر مجھے دیکھا، جیسے میں نے کوئی غیر قانونی کام کر دیا ہو۔

اور بغیر کچھ کہے واپس آگے دیکھنے لگے۔

"یہ سب تمہیں کس نے بتایا؟"

انہوں نے کافی کا گھونٹ لیا اور پیپرز اور فوٹوگرافس اسکین کرنے لگے، جیسے میری بات ایک بنی بنائی کہانی ہو۔

"مجھے کسی نے نہیں بتایا۔ بس کچھ باتیں سنائی دے جاتی ہیں۔"

خاموشی۔

صرف کار کے انجن کی آواز۔

مسٹر ریان اپنی فائلز اسکین کرتے رہے، جیسے یہ گفتگو کبھی ہوئی ہی نہیں۔

مجھے لگا تجسس اب ختم ہو جائے گا...

...پر وہ اور بڑھ گئی۔

ثناء

ویئرباؤس کا اندھیرا اتنا گہرا تھا جیسے یہاں وقت رک گیا ہو۔

میں اور ریا ایک چابی کے پیچھے پورا دن بھٹک چکے تھے۔

ہر جگہ ٹوٹے ہوئے شیلفس، زمین پر پڑی دھول، اور ایک عجیب سی سناٹا۔

ریا نے فرسٹریشن میں ایک آئرن باکس کو لات ماری۔

"اگر ایک اور جگہ بغیر کسی کلو کے ملے گی نا، تو میں یہاں بم لگا دوں گی!"

مجھے بھی ایریٹیشن ہو رہی تھی، پر بم افورڈ نہیں کر سکتے تھے کہ غصے میں کوئی غلطی ہو جائے۔

"ہمیں کچھ مِس ہو رہا ہے،" میں نے کہا، اندر کی ان ایزی فیلنگ کو نظر انداز کرتے ہوئے۔

ریا نے "سانس لیا"،

"ہاں، ایک سالڈ کُلو۔"

لیکن یہاں کچھ بھی نہیں ملا۔

ہم مایوس ہو کر اپنی کار میں بیٹھ گئے۔

کار میں بیٹھتے ہی میں نے فون نکالا۔

ریان کا میسج—

"شالان کو ہمارے رشتے کا شک ہو گیا ہے۔"

ایک سیکنڈ کے لیے میری سانسیں رک گئیں۔

دماغ میں ایک ہی سوال—کیسے؟

میں نے فوراً ریپلائی کیا—

"آر یو شور؟ تم نے کچھ کنفرم تو نہیں کیا؟"

اس کا جواب انسٹنٹلی آیا—

"نہیں، میں چپ ہو گیا۔"

میری انگلیاں فون کے اسکرین پر فریز ہو گئیں۔

ہاں، میں اور ریان شادی شدہ ہیں۔

ایک کیس کے دوران ہماری ملاقات ہوئی تھی۔

اور صرف اتنا ہی نہیں، ہماری ایک بیٹی ہے—عناہ ریان۔

لیکن یہ سب کچھ دنیا سے چھپا کر رکھا ہے۔

کیونکہ فیملی ہماری سب سے بڑی کمزوری ہوتی ہے۔

ایک بار کسی کو پتہ چل گیا کہ تمہارے پاس کوئی ہے جسے تم پروٹیکٹ کرنا چاہتے ہو... تو پھر بات ختم۔

میرا ایک بھائی بھی ہے—عمر بشیر۔

بی اے ایل ایل بی کر رہا ہے، ہوسٹل میں رہتا ہے۔

کیونکہ میں چاہتی ہوں کہ وہ سیف رہے۔

عنایہ چھوٹی ہے، اس لیے اسے نہیں بھیج سکتی۔

یہ سچ ایک دن سب کے سامنے آئے گا،

پر تب جب میں تیار ہوں گی۔

ریا کو اس کے اپارٹمنٹ ڈراپ کرنے کے بعد میں گھر آئی۔

سیدھا عنایہ کے کمرے کی طرف گئی۔

دھیرے سے دروازہ کھولا۔

وہ اپنے اسٹڈی ٹیبل پر سو رہی تھی۔

میں نے اسے اٹھا کر بیڈ پر سلا دیا،

اس پر بلینکٹ ڈال دیا،

اور روم کا ٹمپریچر بھی سیٹ کر دیا۔

اور بغیر آواز کیے روم سے باہر نکل گئی۔

کپڑے واشنگ مشین میں ڈالے۔

صبح کے لیے کچھ سینڈوچز بنا کر فریج میں رکھے۔

کچھ فویل میں لپیٹ کر اپنے بیگ میں رکھ لیے۔

پھر ایک بار عنایہ کے کمرے کا دروازہ کھولا۔

اس کا خاموش، معصوم چہرہ دیکھا...

اور بغیر آواز کیے بند کر دیا۔

کیر ٹیکر کو سب انسٹرکشنز دیے۔

اور بغیر پیچھے دیکھے، گھر سے نکل گئی۔

راستے میں ریا کو پک کیا۔

آفس پہنچتے ہی میٹنگ روم کی طرف بھاگی۔

سب لوگ پہلے ہی وہاں بیٹھے تھے۔

میں نے اپنا بیگ کیبن میں رکھا اور بغیر وقت گنوائے اندر گئی۔

ریان میٹنگ لیڈ کر رہا تھا۔

"میں اور شالان دو ہفتے سے 7*24 مسٹر کھنہ کو فالو کر رہے ہیں۔ لیکن اب تک کوئی سالڈ انفارمیشن نہیں ملی۔"

"روٹین ایک دم نارمل ہے—

صبح آفس، شام جم، پھر گھر۔

نہ کوئی سیکرٹ میٹنگ۔

نہ کسی شیڈی بندے سے ملاقات۔"

ریان ایک لمحے کے لیے رکا، پھر ایک گہری سانس لی۔

"صرف دو امکانات ہیں—

یا تو وہ ایک دم بے گناہ ہے...

یا پھر...

میں نے اس کی بات کاٹ دی—

"یا پھر وہ ہم سے ایک قدم آگے ہے۔"

پورا روم ایک سیکنڈ کے لیے خاموش ہو گیا۔

جب میں فائل بند کر رہی تھی، میں نے نوٹس کیا—

شالان مجھے دیکھ رہا تھا۔

اس کی نظر ایک دم اسٹیڈی تھی، جیسے ایک شطرنج کا کھلاڑی اپنے اگلے موو کا انتظار کر رہا ہو۔

میری ہارٹ بیٹ ایک پل کے لیے رک سی گئی۔

کیا اس نے سچ جان لیا؟

یا پھر یہ صرف میرا وہم ہے؟

اس کے بوٹوں پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ تھی—

وہ ویسے ہی دیکھ رہا تھا جیسے کوئی جواب ملنے کے بعد صرف کنفرمیشن کا انتظار کرتا ہے۔

شالان

مجھے ابھی تک پوری طرح کنفرم نہیں تھا کہ مس ثنا اور مسٹر ریان کا رشتہ صرف پروفیشنل ہے یا اس کے پیچھے کوئی اور کہانی چھپی ہے۔ لیکن جب میں نے مس ثنا کے چہرے کو دیکھا، ایک پل کے لیے جیسے ان کا سارا کانفیڈنس ہل گیا ہو۔

ان کے چہرے کا رنگ اُڑ چکا تھا۔ آنکھوں کا کلر چینج ہو گیا تھا، جیسے کسی نے ان سے ایک ایسا سوال پوچھ لیا ہو جس کا جواب ان کے پاس نہیں تھا۔ وہ ایک سیکنڈ کے لیے فریز ہو گئی تھی، پر پھر بھی اپنے ایموشنز کو ہائیڈ کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ لیکن میں نے نوٹس کر لیا۔

کیا مسٹر ریان اور مس ثنا کے بیچ کچھ ہے؟ یا پھر یہ صرف میرا شک ہے؟ اگر کچھ ہے بھی، تو یہ دونوں اتنے سیکریٹو کیوں ہیں؟

میں زیادہ سوچنا نہیں چاہتا تھا۔ میں نے اپنی کیوریوسٹی کو کنٹرول کیا اور واپس میٹنگ روم کی طرف دھیان دیا۔

مسٹر ریان اپنی رپورٹ ختم کر چکے تھے۔ اب مس ثنا بولنے لگی۔

"میں اور ریا ہر جگہ جا کر اس کی کے بارے میں انفارمیشن کلیکٹ کر رہے تھے۔ کہیں بھی کوئی لیڈ نہیں ملی... ایک جگہ چھوڑ کر—سی سی ٹی وی فوٹیج۔"

روم ایک دم سے اٹینٹیو ہو گیا۔ سبھی ایک نئے لیڈ کی امید میں تھے۔

ثنا نے اپنی رپورٹ پیش کی۔ "جب ہم لوگ مسٹر احمد کے گھر کے سامنے سے گزرے، تو تھوڑی دور ایک سی سی ٹی وی کیمرہ دکھائی دیا۔ ہم نے فوٹیج نکالنے کی کوشش کی، اور دیکھا—صبح 6 بجے سے لے کر 8 بجے تک ایک بھی بلیک بی ایم ڈبلیو ایکس 5 وہاں سے نہیں گزری۔ یہ عجیب بات تھی۔ اگر گاڑی وہاں نہیں تھی، تو احمد کا مرڈر اس کے گھر تک کیسے پہنچا؟"

ایک چیز اور تھی جو اسٹرینج لگ رہی تھی۔ جب ہم واپس مسٹر احمد کے گھر کی طرف گئے، تو ایک اور گلی دکھائی دی، جو احمد کے گھر سے پہلے آتی تھی۔ اس گلی کے اینڈ پر ایک سپر مارکیٹ تھا، جس میں سی سی ٹی وی لگا ہوا تھا۔ ہم نے فوٹیج وہاں سے کلیکٹ کی اور وکرم کو بھیج دیا۔

وکرم نے اپنے لیپ ٹاپ پر کچھ ٹائپ کیا۔ ایک پل کے لیے پورا روم سائلنٹ ہو گیا۔ اس نے اسکرین پر ایک بلری امیج زوم کی—بلیک سیفائر میٹالک بی ایم ڈبلیو ایکس 5۔

"یہ وہی گاڑی ہے،" وکرم نے کنفرم کیا، "جس کی فوٹیج مس ثنا نے بھیجی تھی۔ یہ کار مسٹر احمد کے گھر کے سامنے مرڈر کے دن دیکھی گئی تھی۔ جب ہم نے اس کا نمبر ٹریس کیا، تو پتہ چلا کہ اس کا اونر یہاں سے 810 کلومیٹر دور رہتا ہے۔"

"سب سے شاک والی بات یہ ہے،" وکرم نے کنٹینیو کیا، "19 دسمبر کو یہ گاڑی اس کے گھر کے سامنے سے چوری ہو گئی تھی۔ کمپلینٹ بھی رجسٹر ہوئی تھی۔ پر جو سب سے ڈسٹرنگ بات تھی—21 دسمبر—مسٹر احمد کے مرڈر کی شام—یہ کار وہاں تھی۔ اور 22 دسمبر کو وہاں سے غائب ہو گئی۔ پھر 26 دسمبر کو یہ واپس اورینجنل اونر کے گھر کے سامنے دکھائی دی۔"

روم ایک پل کے لیے سائلنٹ ہو گیا۔ سب کے دماغ ایک ہی بات سوچ رہے تھے—یہ کار ایک امپورٹنٹ کُلو ہو سکتی تھی۔

"گاڑی سے ہمیں کوئی فنگر پرنٹس نہیں ملے،" وکرم نے کنٹینیو کیا، "پر ایک واٹر بوتل ملی ہے، جو فورینزک لیب بھیج دی گئی ہے۔ کل صبح تک رپورٹ آ جائے گی۔"

میں نے ثنا کے چہرے پر ایک اسٹرینج ایکسپریشن دیکھا—ایک گرم ڈیٹرمینیشن۔

ثنا نے انٹینس آواز میں کہا، "مسٹر کھنہ کے ریلیٹڈ ایک اسٹرونگ ایویڈنس ملا ہے۔ ہم نے اس رات کے سبھی فیملی گیترنگ ممبرز سے بات کی، ان کے فوٹوز اور ویڈیوز اینالائز کیے۔ ایک فوٹیج ملی ہے جس میں مسٹر کھنہ صرف کچھ سیکنڈ کے لیے دکھ رہے ہیں۔"

ایک ان ایزی سائلنس چھا گیا۔

"مطلب، وہ ہمارے مین سسپیکٹ سے ٹیمپیریلی نکل جاتے ہیں۔ پر اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ انوالو نہیں تھے۔ کیا پتہ انہوں نے کسی ہٹ مین کو ہائر کیا ہو؟"

ریان نے سوچنے کے بعد کہا، "اب کل عدالتی رپورٹ کا انتظار کرتے ہیں۔ اگر ہمیں کوئی قابل استعمال فنگر پرنٹ ملتا ہے، تو ہم اسے اپنے مجرموں کے ریکارڈ کے ساتھ ملائیں گے۔ ہو سکتا ہے وہ کسی پرانے مجرم کا ہو۔"

میں نے پورا وقت خاموش رہنا بہتر سمجھا۔ آج کے لیے اتنا کافی تھا۔

اب بس کل کا انتظار تھا...

کل طے کرے گا کہ یہ مقدمہ کس موڑ پر جاتا ہے۔

اگلی صبح اجلاس کے کمرے میں خاموشی تھی، بس کافی کے مگ کی ہلکی ہلکی کھنکھناہٹ اور کمپیوٹر کی اسکرینوں کی مدہم روشنی۔ سب اپنے اپنے آلات لے کر کرسیوں پر بیٹھ چکے تھے۔ رپورٹ آ چکی تھی۔

وکریم نے ایک بٹن دبایا، اور جیسے ہی اسکرین پر ایک ایک چہرہ ابھرنا شروع ہوا، ماحول ایک دم سے بدل گیا۔ مسٹر ریان اور مس ثنا—جو اب تک سنجیدہ نظر آ رہے تھے—اچانک بے چین لگنے لگے۔ ثنا نے اپنی کافی کا گھونٹ لینا چھوڑ دیا، اور ریان نے اپنی کمپیوٹر کی اسکرین آگے کھینچ لی جیسے کچھ چھپانا چاہ رہا ہو۔

وکریم، جو اسکرین پر مرکوز تھا، پُرسکون لہجے میں بولا، "ہم نے اس کا مجرمانہ تصدیقی جائزہ لیا... کوئی پچھلا ریکارڈ نہیں ملا۔ یہ کوئی درج شدہ مجرم نہیں ہے، لیکن اس پر پہلے کبھی شبہ کیا گیا تھا۔"

ثنا کے چہرے کا تاثر ایک لمحے کے لیے ساکت ہو گیا۔ پھر، گہری آواز میں بولی، "2010 میں مسٹر اور مسز عدیل کی فائل چیک کرو... اس میں اس کا نام مل جائے گا۔ یہ اس مقدمے کا مرکزی ملزم تھا۔"

کمرے کا درجہ حرارت جیسے یکدم گر گیا۔ ریان نے ایک بار ثنا کی طرف دیکھا، مگر اس کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں تھا—یا شاید وہ چھپا رہی تھی۔

ہمیں سمجھ آ چکا تھا، یہ صرف ایک اور مقدمہ نہیں تھا۔ یہ کچھ ذاتی معاملہ تھا۔ کچھ ایسا جو یا تو ان کی یاد کا حصہ تھا... یا پھر ان کے ماضی کا ایک بھولا ہوا خوفناک خواب۔

ہم نے ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر ریکارڈ تلاش کرنے کے لیے اجلاس کے کمرے سے نکلنے کا فیصلہ کیا۔ ہمیں جلد از جلد اس فائل تک پہنچنا تھا۔

ثناء

"میں اس انسان کو کیسے بھول سکتی ہوں؟"

وہی چہرہ... وہی آنکھیں... وہی تیز ناک... اور وہی سرد مسکراہٹ جو صرف کچھ پلوں کے لیے تھی، پر جو ہمیشہ کے لیے دماغ میں چھپ چکی تھی۔

جس انسان نے صرف ایک کیس نہیں... میری اور ریان کی زندگی کا پورا موڑ بدل دیا تھا۔
اس شخص کا نام بھول گئی تھی... پر اس کا چہرہ ہمیشہ یاد رہا۔

جیسے ہی اسکرین پر اس کی تصویر آئی، میری سانسیں اٹک گئیں۔ میری فنگرز کافی مگ کے ہینڈل پر تھیں، پر اچانک لگا جیسے وہ مگ ٹھنڈا ہو گیا ہو۔ جس میں گرم کافی تھی، اب وہ بھی برف جیسے محسوس ہونے لگی۔

اور پھر جیسے سب کچھ واپس لوٹ آیا... 15 سال پہلے کی وہ رات... وہ ویئرباؤس... وہ ایک پل جو کبھی ختم نہیں ہوا۔

ریان کی طرف دیکھا—اس کے چہرے پر بھی وہی سائے تھے۔
اس کی آنکھوں میں صرف ایک چیز تھی—ڈر، گلٹ... اور غصہ۔

15 سال پہلے - مسٹر اینڈ مسز عدیل کا مردّر کیس ہمارے پاس آیا تھا۔ اس وقت ہم نئے تھے۔ انٹرن شپ سے نکل کر پروفیشنل بنے ہی تھے۔ ایک عجیب سا ایکسائٹمنٹ تھا، پہلا کیس سولف کرنے کا۔ ایک بزنس مین کا مردّر۔ رات کے اندھیرے میں، بنا کسی وارننگ کے۔ کوئی ایویڈینس نہیں، کوئی آئی وٹنس نہیں۔ سب کچھ پرفیکٹلی پلانڈ۔ مردّر کا طریقہ بتاتا تھا کہ یہ کوئی عام لوٹ مار کا کیس نہیں تھا۔ یہ کسی پروفیشنل کا کام تھا۔

ہم کیس کے جتنے قریب جا رہے تھے، اتنا ہی کچھ عجیب لگنے لگا تھا۔
پھر وہ ایک کال آئی۔

مجھے اب تک یاد ہے، کار میں تھی، پین ڈرائیو ہاتھ میں تھا جس میں اس کیس کا سب سے بڑا پروف تھا۔
ریان مجھے کچھ بتا رہا تھا، پر میں نے سنا بھی نہیں۔

بس ایک کان فون پر تھا، ایک اسٹینڈنگ پر۔

اور پھر ایک ٹھنڈی، بے درد آواز فون کے دوسری طرف سے آئی:
"تمہارا بھائی عمر میرے پاس ہے..."

گاڑی ایک جھٹکے سے بریک پر رکی۔
میری انگلیاں اسٹینڈنگ وہیل پر ٹائٹ ہو گئیں۔

"اور تم ابھی جہاں ہو، وہاں سے صرف 20 قدم دور ایک جگہ ہے۔ یا تو اپنے بھائی کو بھول جاؤ... یا اس
ایویڈینس کو۔ صرف 10 منٹ ہیں تمہارے پاس۔"

مجھے یاد ہے وہ 10 سیکنڈ کا سائنلنس جو میرے اور ریان کے بیچ میں تھا۔

ریان نے مجھے دیکھا، میں نے اسے دیکھا۔

ہم دونوں سمجھ گئے تھے کہ ہمارے پاس صرف ایک آپشن تھا۔

عمر صرف میرا بھائی نہیں تھا۔ وہ ایک واحد رشتہ تھا جو میں نے ممی-پاپا کے بعد سنبھال کر رکھا تھا۔ میں
اسے نہیں کھو سکتی تھی۔

ریان چاہتا تھا کہ میں پہلے کچھ سوچ لوں پھر کچھ کروں۔ پر وہ بھی سمجھتا تھا کہ میں نہیں رکنے والی۔

اور شاید، وہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ ہم عمر کو وہاں چھوڑ دیں۔

ہم لوگ کار سے باہر نکل کر پیدل چلنے لگے، سامنے ایک ویئرباؤس تھا جس کے چاروں طرف سناٹا تھا۔
مجھے اب بھی یاد ہے وہ جگہ...

جیسے ہی اندر گھسی، پورا اندھیرا۔

صرف ایک جگہ سے ہلکی سی پیلی روشنی آ رہی تھی۔

اور اسی کے نیچے ایک کرسی تھی—عمر اس کرسی پر تھا۔

ہاتھ اور پیر رسی سے بندھے ہوئے... آنکھوں پر ایک پٹا... جو آنسوؤں سے بھیگ چکا تھا۔

اس کا پورا جسم تھرتھرا رہا تھا۔

اس کی سانس بھی اتنی تیز تھی کہ ہر ایک ہارٹ بیٹ مجھے دور سے سنائی دے رہی تھی۔

میں نے دھیرے سے اس کا نام لیا۔

اور اس نے اپنا سر میری آواز کی ڈائریکشن میں اٹھایا۔

"تم جس پین ڈرائیو کی تلاش میں ہو، وہ لے آئی ہوں!"

میری آواز ویئرباؤس کے سنائے میں گونج گئی۔ ہر جگہ سے وہ آواز ٹکرائی... اور واپس آئی۔

اچانک... ایک بھاری، بے درد آواز اندھیرے میں سے نکلی—

"اس پین ڈرائیو کو ٹیبل پر رکھ دو۔"

اندھیرا اتنا گہرا تھا کہ مجھے صرف ایک چیز دکھائی دی... ایک چمک... ایک میٹالک رفلیکشن...
گن۔

اور اس کا نشانہ... عمر پر تھا۔

ریان نے بغیر وقت گنوائے پین ڈرائیو ٹیبل پر رکھ دی۔ ہم نے جلدی سے عمر کے ہاتھ اور پیر کی رسی کھولی۔

اس کا جسم اتنا تھرتھرا رہا تھا کہ وہ کھڑا تک نہیں ہو پا رہا تھا۔

ہم لوگ پین ڈرائیو دے کر جب گیٹ کی طرف بھاگے، میں نے دیکھا—

وہ شخص لائٹ کے نیچے آیا۔ اور اس کا چہرہ اب صاف دکھ رہا تھا۔

میں رکی۔

ریان بھی رکا۔

مجھے یاد ہے، اس نے مجھے نہیں دیکھا۔

اس کی آنکھیں صرف ایک جگہ فکس تھیں... اس شخص پر۔ جس کے ہاتھ میں گن تھی۔

اور نشانے پر ہم تینوں تھے۔

ہم لوگ بغیر کچھ کہے کار کی طرف دوڑے۔ بیک سیٹ میں عمر کو بٹھایا جو اب بھی شاک میں تھا۔

پر جیسے ہی کار اسٹارٹ ہوئی، ایک انٹویشن آیا۔ میں اور ریان بغیر ایک لفظ بولے واپس اندر دوڑے۔

پر جیسے ہی اندر گئے... سارا ویئرباؤس روشنی سے بھرا ہوا تھا۔ چاروں طرف بڑے بڑے کارٹونز تھے، جن پر پٹاخوں کے اسٹیکرز لگے ہوئے تھے۔

بیچ میں ایک ٹیبل تھا—اسی پر ایک پیپر رکھا تھا۔ میں نے اسے اٹھایا—
"ٹیبل کے نیچے دیکھو... پر دھیان سے۔"

ریان اور میں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ دھیرے سے نیچے جھکے۔ اور پھر سنا...
ٹک... ٹک... ٹک...

ایک بم چپکا ہوا تھا۔

03:00

02:59

02:58

ہمیں اور کچھ دیکھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ ہم واپس کار کی طرف بھاگے۔ ریان نے فل اسپیڈ میں ایکسیلیریٹر دبا دیا۔ بیک سیٹ میں عمر اب بھی شاک میں تھا۔ ہم بمشکل کچھ میٹر ہی دور نکلے تھے کہ...
بوم!!!

پیچھے سے ایک ڈیفیننگ ایکسپلوژن ہوا۔ ایک آگ کا گولا آسمان تک اٹھ گیا۔ ہوا میں دھواں بادلوں کا روپ لے چکا تھا۔ اور اس ویئرباؤس کا ایک بھی نشان زمین پر نہیں بچا تھا۔

ہم وہیں پر ٹھہرے رہے۔ ایکسپلوژن کا دھواں اب بھی آسمان میں اٹھ رہا تھا۔ میری سانسیں تیز ہو رہی تھیں۔
دل کی دھڑکنیں اب بھی نارمل نہیں ہوئی تھیں۔

اور پھر... فون وائبریٹ ہوا۔ اسکرین پر وہی نمبر تھا... وہی نمبر، جس نے تھوڑی دیر پہلے عمر کے کڈنیپنگ کی خبر دی تھی۔ میرے ہاتھ ایک سیکنڈ کے لیے رکے۔ مجھے اندازہ تھا، یہ کوئی عام میسج نہیں ہوگا۔ میں نے دھیرے سے فون آن لاک کیا۔

اور جو دیکھا... میری رگوں میں ایک ٹھنڈی لہر دوڑ گئی۔ ایک ویڈیو۔

میں نے بغیر سوچے پلے کیا۔

اسکرین پر دکھ رہا تھا—

میں اور ریان ویٹرباؤس کے اندر جا رہے ہیں... پھر ایک سڈن کٹ...

اور پھر ہم دونوں وہاں سے بھاگتے ہوئے نکل رہے ہیں... کار میں بیٹھے... فل اسپید سے بھگائے... اور پھر...

ہوم۔

ایکسپلوژن۔

میری آنکھیں اسکرین پر فکس ہو گئیں۔ یہ کیا تھا؟ یہ ویڈیو کہاں سے آیا؟ اور تب مجھے سمجھ آیا۔

یہ ایک وارننگ تھی۔ ایک پرفیکٹلی پلانڈ سیٹ اپ۔ اگر یہ فوٹیج باہر جاتا، تو صرف ایک کنکلوژن نکلتا—

"یہ ایکسپلوژن سنا اور ریان نے بی پلان کیا تھا۔"

اور پھر ایک اور میسج آیا۔

"یہ کیا تھا، مس سنا۔"

میرا دل ایک سیکنڈ کے لیے رک گیا۔

"پر میں پرامس کرتا ہوں... یہ ویڈیو میں کسی کو نہیں دکھاؤں گا... جب تک آپ نہ چاہیں۔"

بس اتنا ہی۔

مجھے سمجھنے میں ایک سیکنڈ بھی نہیں لگا۔

اگر ہم نے سچ بولا... اگر ہم نے کسی کو بتایا... تو یہ ویڈیو ہمارے خلاف یوز ہوگا۔

ہم کچھ نہیں کر سکتے تھے۔

اور سب سے بڑی بات— ہمیں سینئر آفیسرز سے بھی سپورٹ نہیں ملی۔

جب کیس کی انویسٹیگیشن آگے بڑھی، سینئر آفیسرز نے اس کیس کو سوسائٹیڈ ڈکلیئر کر دیا۔

"مسٹر اینڈ مسز عادل کی کمپنی بہت لوس میں تھی۔"

"فائنانشل پرابلمز سے پریشان تھے۔ اس لیے انہوں نے سوسائٹیڈ کر لیا۔"

اور بس... کیس بند ہو گیا۔

کوئی پوسٹ-انویسٹیگیشن نہیں۔ کوئی فورینزک اینالیسس نہیں۔ کوئی پروف نہیں کہ یہ ایک مردّر تھا۔

اور سب سے عجیب بات؟

عادل فیملی کا کوئی بھی رشتے دار کیس ری اوپن کرانے نہیں آیا۔ کسی نے بھی جسٹس کے لیے لڑنے کی کوشش تک نہیں کی۔

مسٹر عادل ملک اور نفیسہ ملک کا ایک چھوٹا بیٹا تھا... صرف 8 سال کا۔ اس کا نام تھا عاریز ملک۔

پر کچھ دنوں بعد، اس کا بھی کوئی پتہ نہیں چلا۔ اسے کسی نے اڈاپٹ کر لیا... اور وہ ابروڈ چلا گیا۔

اس کے بعد—

اس کی ایکزسٹینس تک کا کوئی ریکارڈ نہیں ملا۔

present

وکرام فائل لے کر آ چکا تھا۔

ایک پرانی فائل۔ 15 سال پرانی۔ میں نے دھیرے سے فائل پلٹی۔ ہر صفحہ ایک بھول بھلیاں تھا۔ پر پھر—ایک نام سامنے آیا۔

”بلال قصوری“

وہی نام۔

وہی شخص۔

وہی پیٹرن۔

2010 کے کیس میں بھی یہ کار کے وجہ سے مشتبہ بنا تھا۔

اور اب پھر وہی۔

یہ اتفاق نہیں ہو سکتا۔

ریان نے فائل دیکھی۔ اس کا چہرہ ایک دم سخت ہو گیا۔ ہم نے ایک دوسرے کو دیکھا—بنا لفظ، بنا سوال۔
سمجھ گئے تھے۔ یہ کیس اور 2010 کا کیس کسی نہ کسی طرح جڑ گئے تھے۔

تبھی—

”مس سنا، کیا آپ اس کیس کے بارے میں جانتی ہیں؟“

شلان۔

اس کی آواز ایک دم ٹھہری ہوئی تھی، پر آنکھیں... آنکھوں میں تجسس۔ ایک تلاش۔

جیسے اسے سچ جاننا ہی ہوگا۔

میں نے نظر فائل پر رکھ لی۔

مجھے پتہ تھا—اگر میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھا، تو وہ سچ جان لے گا۔

”ہاں۔ یہ کیس 2010 میں ہمارے پاس آیا تھا۔ ثبوت نہیں ملا، تو خودکشی کیس قرار دے دیا گیا۔“

آخری لفظ بولنا مشکل تھا۔

ایک سیکنڈ کا سناٹا۔

اور پھر—

”اگر ثبوت نہیں ملا، تو آپ خودکشی کیس بنا دیے؟“

اس کی آواز ایک دم ٹھہری۔ پر اندر سے کچھ ٹوٹ رہا تھا۔

درد۔ ایک بکھرا ہوا بھروسہ۔

”آپ کہہ سکتے تھے کہ آپ سے حل نہیں ہو پایا۔“

یہ کیس اس کے لیے ذاتی ہو گیا تھا۔

اس کے چہرے پر ایک عجیب سی ہلچل تھی۔ جیسے اسے ڈر تھا—کہیں اس کے بھی والدین کا کیس ایسے ہی

بند نہ ہو جائے۔

میں نے ایک کمزور سا جواب دیا— ”وہ کیس الگ تھا، شلان... ان کا کوئی رشتہ دار نہیں تھا جو دوبارہ

کھلوانے آیا۔“

جھوٹ۔ اور مجھے پتہ تھا کہ وہ بھی سمجھ گیا تھا۔

اس کی آنکھیں کہہ رہی تھیں— ”یہ کوئی وجہ نہیں ہے۔“

وہ کچھ بولنے ہی والا تھا... پر تبھی— ”اب ہمیں اس آدمی کا تفصیل نکالنا ہوگا۔“ ریان کی آواز نے خاموشی

توڑ دی۔

پر شلن... اب بھی مجھے دیکھ رہا تھا۔ ہزار سوال لیے۔ اور مجھ میں... اس کے کسی بھی سوال کا جواب
دینے کی ہمت نہیں تھی۔

شالان

مس سنا کے چہرے پر ایک عجیب سی بے چینی تھی۔ جیسے اندر ایک طوفان دبا رکھا ہو۔ جیسے ہر پل کچھ کہنا چاہتی ہو، مگر اپنے آپ کو روک رہی ہو۔
ان کی آنکھیں... ایک ایسے انسان کی آنکھیں جو سچ چھپانے کا ہنر رکھتا ہو۔
پر کب تک؟

آج ہمیں جلدی گھر بھیج دیا گیا۔
"کل سے تحقیقات شروع ہوگی، آج تھوڑا آرام کر لو،" ریان نے کہا تھا۔
مگر مجھے آرام نہیں کرنا تھا۔ میرے اندر ہزار سوال اٹھ رہے تھے۔ اور ان کے جواب مجھے صرف سنا اور ریان ہی دے سکتے تھے۔

میں آفس سے نکل آیا۔ اپنی کار تک گیا... مگر چلایا نہیں۔ بس بیٹھا رہا۔ انتظار کرتا رہا۔ کچھ دیر بعد سنا اور ریان نکلے۔ ایک دوسرے سے کچھ کہے بغیر سیدھا اپنی کار کی طرف بڑھے۔
دونوں کی باڈی لینگویج سخت تھی۔ جیسے اندر کچھ تو چل رہا ہو۔
کیا یہ صرف ایک اور کیس تھا؟ یا یہ دونوں اس سے زیادہ جانتے تھے؟

میں ان کا پیچھا کرنے لگا۔ میری کار ان کے پیچھے پیچھے چل رہی تھی۔ سڑک پر ٹریفک کم تھا۔ رات ہو چکی تھی، اسٹریٹ لائٹس کی ہلکی روشنی گاڑیوں کے ونڈ شیلڈ پر پڑ رہی تھی۔ میری آنکھیں ان کی کار پر جمی رہیں۔ وہ بنا کسی جھجک کے سیدھا ایک رہائشی علاقے کی طرف مڑ گئے۔
ایک بڑا گیٹ آیا۔

کار رکی۔ پھر گیٹ کھلا۔ کار اندر گئی۔ اور پھر... گیٹ بند۔

میں کچھ سیکنڈ تک وہیں رکا رہا۔

اگر یہ ان کا گھر ہے... تو مجھے کچھ اور معلوم کرنا ہوگا۔ میں اس گیٹ کے سامنے اپنی کار روک کر بیٹھا رہا۔

رات کے 10 بج چکے تھے۔ اندر لان سے ایک بچی کے زور سے ہنسنے کی آواز سنائی دی۔ اس کی چھوٹی چھوٹی

کھلکھلاہٹ ہوا میں گونج رہی تھی۔ ساتھ میں سنا اور ریان بھی ہنس رہے تھے۔

وہ لوگ خوش لگ رہے تھے۔ جیسے کچھ کھیل رہے ہوں۔

مجھے ایک پل کے لیے حیرانی ہوئی۔ تو ان کی بیٹی بھی ہے۔

جب سے میں نے انہیں دیکھا تھا، صرف تناؤ اور رازوں کے سائے ہی نظر آئے تھے۔

مگر یہاں... ایک نارمل زندگی۔

میں بنا کسی وجہ کے وہیں رکا رہا۔ ان کی آوازوں میں کھو گیا۔

اور مجھے اپنا بچپن یاد آ گیا۔

میری انگلیاں اسٹیئرنگ وہیل پر دھیرے سے دب رہی تھیں، مگر دماغ کہیں اور جا چکا تھا...

شام کا وہ ایک خاص لمحہ یاد آیا—

جب پاپا کا انتظار روٹین تھا، ماں کچن میں کھانے کی خوشبو پھیلا رہی ہوتی، اور میں دروازہ کھلنے کی آواز

سننے ہی بھاگ کر پاپا سے لپٹ جاتا۔

ڈنر ٹیبل پر ہم تینوں، چھوٹی چھوٹی باتیں، ہنسنے، ماں کا ڈانٹنا، اور پاپا کی صرف ایک ہلکی مسکراہٹ جو

ہمیشہ مجھے بچا لیتی تھی۔

پھر وہ ایک چھوٹا سا رات کا رسم و رواج—آئس کریم کھانے کے بہانے باہر جانا۔

سب ایک پل میں آنکھوں کے سامنے آ گیا... اور پھر اتنی ہی جلدی ان یادوں کا چہرہ دھندلا ہو گیا۔

آج سب کچھ بدل چکا تھا۔

12 بج گئے تھے۔

اندر اب خاموشی چھا چکی تھی۔

میں باسٹل واپس آ گیا۔

روبن اپنے بیڈ پر سو چکا تھا۔ میں بغیر کپڑے بدلے ہی اپنے بستر پر گر گیا... اور سو گیا۔

صبح جب میں اور روبن آفس کے لیے نکلے، ہم بس کی سیٹ پر اپنی اپنی دنیا میں کھوئے ہوئے تھے۔
اس نے اپنے کان میں ایئر فونز ڈال رکھے تھے، اور میں اپنی کتاب میں غرق تھا۔

جب ہمارا اسٹاپ آیا، تو بغیر ایک لفظ کہے اتر گئے۔

میٹنگ روم میں سب سے پہلے کافی بنائی۔

پھر اپنی کرسیوں پر بیٹھ گئے، باقی لوگوں کا انتظار کرنے لگے۔

روبن اپنے لیپ ٹاپ پر کچھ ٹائپ کر رہا تھا— شاید پریزنٹیشن تیار کر رہا تھا۔

اور میں... میں اپنا بیگ چیک کر رہا تھا۔

کیمراز - چیک

لیپ ٹاپ - چیک

پین ڈرائیو - چیک

پین ریکارڈر - چیک

آج مجھے اور مسٹر ریان کو بلال قصوری کا پتہ لگانے کے لیے نکلنا تھا۔

میٹنگ شروع ہو گئی۔

سب لوگ اپنی جگہ پر آ چکے تھے۔

اسکرین پر ایک نام لکھا تھا—

بلال قصوری۔

اور اس کے ساتھ ایک تصویر۔

روبن کھڑا ہوا اور بولنا شروع کیا۔

"اس کے بارے میں تھوڑی سی معلومات ملی ہیں،" اس نے اسکرین کی طرف دیکھا۔

"اس کا کوئی مستقل گھر نہیں ہے۔ نہ کوئی فیملی۔ بس ایک چھوٹی سی برتنوں کی دکان ہے... جو صرف

دکھاوے کے لیے ہے۔ کیونکہ وہ دکان زیادہ تر بند رہتی ہے۔"

کمرے میں ایک عجیب سی خاموشی تھی۔

"اس کی ایک بیوی تھی،" روبن آگے بولا، "مگر اس کی موت پانچ سال پہلے ہو چکی ہے۔"

میں نے سنا کی طرف دیکھا۔

اس کے چہرے پر کوئی بھی تاثرات نہیں تھے۔

"تو یہ رہتا کہاں ہے؟" ریان نے سوال کیا۔

"دکان میں ہی سوتا ہے۔ مگر جب چھپنا ہوتا ہے، تو کسی بوٹل یا گودام میں چلا جاتا ہے،" روبن نے کہا۔

"ابھی دکان بند ہے یا کھلی؟" سنا کی آواز میں ایک تیز دھار تھی۔

"دکان ایک مہینے سے بند ہے،" وکرام بولا، "مگر آس پاس کے لوگوں نے اسے کئی بار ادھر گزرتے ہوئے دیکھا ہے۔ وہ شاید دکان میں ہی چھپا ہو۔"

ریان نے سوچتے ہوئے سر ہلا دیا۔

"ایک کام کرتے ہیں،" سنا بولی، "پہلے میں اور ریا وہاں جا کے دیکھتے ہیں۔ اگر وہ وہاں نہیں ملتا، تو پھر مسٹر ریان اور شالان اسے ڈھونڈنے نکلیں گے۔"

پلان فائنل ہو گیا۔

سنا اور ریا اپنا بیگ اٹھا کر نکل گئے۔

ایک گھنٹہ بعد، ایک فون کال آئی

لاؤڈ اسپیکر آن۔

"ہیلو؟" مس سنا کی آواز۔

"ہاں، ہیلو۔ کیا ہوا؟ وہ وہاں ہے؟" ریان نے سوال کیا۔

"نہیں،" سنا کی آواز تھوڑی تھکی ہوئی لگ رہی تھی۔ "یہاں کوئی نہیں ہے۔ مگر رات کو یہاں کوئی تھا۔ بستر کی حالت سے لگتا ہے کہ بلال یہیں سویا تھا۔ اور بستر پر دھول بھی نہیں ہے۔"

ریان ایک پل کے لیے خاموش رہا۔

"وہاں آس پاس کوئی سی سی ٹی وی ہے؟"

"ہاں،" ریا بولی، "ایک دکان میں تھا۔ اس میں اس کا چہرہ صاف دکھ رہا ہے۔ مگر وہ یہاں سے جانے کے بعد واپس نہیں آیا۔"

ریان نے گہری سانس لی۔

"Are you guys okay?"

مجھے اس سوال پر نہ جانے کیوں بہت غصہ آیا۔
اگر انہوں نے اسے پہلے پکڑ لیا ہوتا، تو اب یہ سب سوال کرنے کی ضرورت نہ ہوتی۔

"Yes, we are fine." آپ لوگ نکل سکتے ہیں۔" سنا نے فون کٹ کر دیا۔

میں اور مسٹر ریان اپنا بیگ اٹھا کر پارکنگ لاٹ کی طرف بڑھے۔
ایک گاڑی میں بیٹھے۔ اور بغیر ایک لفظ کہے نکل پڑے۔

ہم نے اس دکان کے آس پاس کے سارے ہوٹل اور گودام چیک کیے۔
مگر بلال قصوری کا کوئی پتا نہیں تھا۔ وہ جیسے ہوا میں غائب ہو گیا ہو۔

دو دن کی بے کار بھٹکنے کے بعد، ہم تھکے بارے آفس لوٹ آئے۔

میٹنگ روم میں ایک عجیب سا سناتا تھا—
جیسے ہوا بھی رک گئی ہو، جیسے سب کچھ کسی ان دیکھے بوجھ کے نیچے دبا ہو۔

سنا ایک کونے میں کھڑی تھی، ہاتھ میں ایک فائل،
مگر ان کی انگلیاں اس کے کور کو بے چینی سے مسل رہی تھیں۔

ان کا چہرہ ہمیشہ کی طرح سخت تھا،
مگر آنکھوں میں کچھ اور بھی تھا—
ڈر، غصہ، اور ایسی بے بسی جو کبھی ان کا حصہ نہیں لگتی تھی۔
جیسے وہ کچھ چھپاتے کی کوشش کر رہی ہوں،
جیسے ان کا پورا وجود چیخ چیخ کر کچھ کہنا چاہتا ہو،
مگر الفاظ ساتھ نہ دے رہے ہوں۔

ریان ان کی طرف بڑھے۔
"کیا ہوا؟"

سنا نے بس ایک لمحے کے لیے ان کی طرف دیکھا،
اور اگلے ہی لمحے وہ اپنے جذبات روک نہ پائیں۔

اچانک وہ ریان سے لپٹ گئیں،
ان کی سانس تیز ہو گئی،
اور وہ زور زور سے رونے لگیں۔

"عمر بشیر اغوا ہو چکا ہے، سر،"
وکرام کی آواز کمرے کی خاموشی میں گونجی۔

اچانک سب کچھ ساکت ہو گیا۔
جیسے کوئی دھوپ سے سایہ میں آ جائے۔
جیسے کسی نے ہوا میں کوئی ایسا زہر گھولا ہو
جس میں ہر کسی کی سانس اٹک رہی ہو۔

ریان، سنا کو سنبھالتے ہوئے وکرام کی طرف مڑے،
"What؟ یہ کب ہوا؟ تم لوگوں نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا؟"

"سر..." وکرام نے ایک اسکرین شاٹ اسکرین پر ڈال دیا،
"یہ میسج بس پانچ منٹ پہلے آیا ہے۔"

اسکرین پر لکھے الفاظ جیسے ایک ایک کر کے جسم میں رینگ رہے تھے—
تیز، زہریلی گھاس کی طرح جو اندر سے جلانے لگے۔

"Hello, Mr. Ryan and Miss Sana"

کافی دنوں بعد ہماری ملاقات ہو رہی ہے۔
سنا ہے دوبارہ آپ لوگ مجھے ڈھونڈ رہے ہیں؟
تو مجھے بھی تھوڑا تیار ہونا پڑے گا، ہے نا؟

یاد ہے نا اصول—
کسی کو کچھ نہیں بتانا۔
یہ صرف ہمارے بیچ کا ایک چھوٹا سا سیکریٹ ہے۔

ویسے، آپ اس کیس کو چھوڑ کیوں نہیں دیتے؟
ورنہ آپ کا پیارا بھائی...
کیا نام ہے...؟
Oh ہاں، مسٹر عمر بشیر۔

ویسے وہ یہاں گھومنے آئے ہیں،
تو کیا کہتے ہو— تم بھی ملنے آ رہے ہو؟

آپ کے پاس صرف دو گھنٹے ہیں۔
اس کے بعد میں تھوڑا مصروف ہو جاؤں گا۔

I hope آپ سے جلدی ملاقات ہو۔**

ریان کے ہاتھ غصے سے مٹھی میں بند ہو گئے۔
"عمر کو کال کرو، ابھی!"

"سر، ہم ٹرائی کر چکے ہیں!"
وکرام کی آواز بھی بے چین ہو گئی تھی،
"اس کا فون اس کے کمرے میں ہی ملا۔"

کالج اور دوستوں سے بھی کنفرم کیا گیا۔
ان کا کہنا ہے کہ عمر کسی کال کے بعد
جلدی سے تیار ہو کر کمرے سے نکل گیا تھا۔"

اسی وقت وکرام کے لیپ ٹاپ پر ایک نوٹیفکیشن آئی۔
وہ بغیر وقت گنوائے اسکرین پلٹ کر بولا،

"سر، CCTV فوٹیج آ گئی ہے۔"

ویڈیو چلی۔

اسکرین پر عمر کالج کے باہر اکیلا کھڑا دکھائی دیا۔
کوئی زبردستی نہیں تھی۔
کوئی ہاتھ پکڑنے کی کوشش نہیں تھی۔

وہ خود ایک بلیک کار میں بیٹھ گیا،
اور گاڑی تیز رفتار میں نکل گئی۔

ریان غصے سے بولے، "نمبر ٹریک کرو!"
ان کا لہجہ ایک دم سخت ہو گیا۔

"Already کیا، سر،"
وکرام نے فائلز کھولتے ہوئے بولا،
"گاڑی چوری کی ہے۔"

ایک اور ڈیڈ اینڈ۔
اور وقت باتھوں سے ریت کی طرح پھسل رہا تھا۔

تبھی واش روم سے سنا واپس آئیں۔

آنکھوں میں آنسو نہیں تھے۔
صرف ایک جذبہ۔
صرف ایک آگ۔

"I don't wanna lose him"
انہوں نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا،

"But I don't wanna lose this case either"

ان کا لہجہ واپس وہی پرانا تھا—
سخت، تیار، اور لڑنے کے لیے بے چین۔

"کیوں نہ ہم اس سے سامنے سے مل کر بات کریں؟" سنا کا لہجہ ایک دم سخت تھا۔ "ریان اور میں اندر جائیں گے۔ شالان اور وکرما باہر گاڑی میں رہیں گے۔ روحان اور ریا دوسری گاڑی سے تھوڑی دور سے کنٹرول سسٹم سنبھالیں گے۔"

کمرے میں ایک گہری خاموشی چھا گئی۔ سبھی ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے، جیسے اس منصوبے میں کوئی ان دیکھا خطرہ چھپا ہو۔ ریان نے ہاتھ جوڑ کر سوچنے والے انداز میں اپنے ہونٹ دبائے۔ "پر یہ عمار کے لیے اور بھی خطرناک ہو سکتا ہے،" ان کی آواز میں چھپا تناؤ اب صاف سنائی دے رہا تھا۔ "پتہ نہیں اس بار ان کی کیا منصوبہ بندی ہو۔"

"لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ جب چاہیں، وہ ہمیں کمزور کر دیں!" مس سنا کی آنکھوں میں ایک عجیب سی آگ تھی، "ہر بار ہم صرف ردعمل دیتے ہیں، مگر اس بار ہم اپنی چال چلیں گے!"

کچھ لمحوں تک کوئی کچھ نہیں بولا۔ پھر ہم نے منصوبے اور حکمت عملی پر تھوڑی دیر مزید گفتگو کی۔ ہر چھوٹی تفصیل پر دھیان دیا گیا۔ کسی بھی غلطی کی گنجائش نہیں تھی۔ اس کے بعد، سنا نے بلال کو ایک پیغام بھیجا:

"ہم کہاں مل سکتے ہیں؟"

کچھ ہی دیر میں جواب آیا—
"میری دکان پر آ جاؤ۔"

ریان نے فوراً سوال اٹھایا، "دکان کے اندر کوئی خفیہ راستہ یا فرار کا کوئی راستہ ہو سکتا ہے؟"

سنا نے ایک لمحہ سوچا، جیسے ہر تفصیل یاد کر رہی ہو۔ "نہیں۔ جتنا ہم نے دیکھا ہے، ایسا کوئی پوشیدہ راستہ نہیں ہے۔"

مس سنا اور ریان نے اپنے دانتوں میں ایک چھوٹا سا ٹریکنگ ڈیوائس لگا لیا—اگر کچھ بھی گڑبڑ ہوتی، تو ہمیں ان کی درست جگہ کا پتہ چل سکتا تھا۔ سب اپنی اپنی جگہ سنبھالنے کے لیے تیار ہو گئے۔ گاڑیوں کے انجن چلنے لگے۔ مشن شروع ہو چکا تھا۔

ثناء

یہ دکان میں تالا نہیں تھا، بس یونہی بینڈل لگا تھا۔ جب ہم اندر گئے تو گیٹ بند ہو گیا، وہاں کچھ لوگ کاؤنٹر پر کھڑے ہوئے تھے، انہوں نے بنا کوئی شبہ کہے ہمارے سارے سامان لے لیے—فون، ہتھیار، اور کچھ بھی جو انہیں شناخت یا ریکارڈنگ کا شک دے سکتا تھا۔ مگر ایک چھوٹی سی جیت یہ تھی کہ ہمارے ٹریکر کے بارے میں انہیں کوئی اندازہ نہیں تھا۔

پھر ایک آدمی آگے آیا، ہاتھ میں کالی پٹی لیے۔ "یہ آنکھوں پر باندھو،" اس نے ایک ٹھنڈی آواز میں کہا۔ ایک پل کے لیے میں نے ریان کی طرف دیکھا۔ کوئی اور چارہ نہیں تھا۔ ہم نے پٹی پہنی، اور تبھی دو مضبوط ہاتھوں نے ہمیں پکڑ لیا۔

اندھیرا اور صرف قدموں کی آواز۔ زمین نیچے سے بدل رہی تھی—کبھی کنکریٹ، کبھی مٹی۔ ہم کوئی چھپا ہوا راستہ پار کر رہے تھے۔

دس منٹ گزر گئے۔ اب ہم کسی سڑک پر آ گئے تھے۔ پھر کچھ دور چلنے کے بعد ایک لکڑی کے گیٹ کھلنے کی آواز آئی اور ایک دم سے قدم رک گئے۔ آنکھوں سے پٹی ہٹائی گئی۔ جیسے ہی روشنی آنکھوں میں لگی، ایک پل کے لیے سب کچھ دھندلا دکھائی دیا۔ لیکن جو دیکھا، اس نے مجھے جھنجھوڑ دیا۔

یہ گھر... میرے والدین کا گھر تھا۔ یہ گھر بند پڑا تھا کئی سالوں سے۔ مگر آج یہاں کوئی تھا۔ لیونگ روم کے صوفے پر ایک نیا چہرہ بیٹھا تھا—یہ بلال نہیں تھا۔

ایک اجنبی۔ تیس سال کی عمر، مضبوط جسم، سرمئی شرٹ، ڈینم جینز، اسنیکرز، اور باتھوں میں کالے رنگ کا بریسلٹ۔

ریان نے سیدھا آنکھوں میں دیکھ کر کہا، "کون ہو تم؟"

آدمی نے مسکرا کر اپنی ریوالور اٹھائی اور اسے آرام سے رومال سے صاف کرتے ہوئے بولا، "میرے نام کا تم سے کوئی لینا دینا نہیں ہے۔"

میری نسیں تن گئیں۔ ایک اور کھیل۔ ایک اور ماسک۔ ریان نے ایک قدم آگے بڑھ کر کہا، "اب کیا چاہیے تمہیں؟"

آدمی نے ریوالور ٹیبل پر رکھ دی۔ ایک دم پرسکون۔ جیسے اس کے ہاتھ میں وقت کا ریموٹ ہو۔

"سیدھی بات پر آتے ہیں،" اس نے دھیرے سے کہا۔ "یہ کیس بند کر دو۔ ویسے بھی پہلے بھی تم نے ایسا کیا تھا، تو اس بار مشکل نہیں ہوگی۔"

میرے اندر ایک آگ سی پھیل گئی۔ یہ ہماری کمزوری جانتا تھا۔

"سچ اور انصاف کی بکواس بند کرو،" اس نے ریوالور کی طرف اشارہ کیا۔ "اور عملی فیصلہ لو۔"

میرے پیر ڈگمگا گئے۔ بس یہ ایک چکر تھا—ہر دفعہ ہمیں توڑنے کی کوشش، ہمیں نیچا دکھانے کی چال۔ میری نظر ریوالور پر ٹک گئی۔ بس ایک سیکنڈ... ایک سیکنڈ اور اگر ہاتھ لگ جائے، تو سب ختم۔

مجھے اس کے لفظوں کی ایک بھی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ صرف ریوالور۔ اور تبھی—ریان ایک جھٹکے میں ریوالور کی طرف دوڑا۔

وہ آدمی ایک پل کے لیے ردعمل بھی نہیں دے پایا۔ ریوالور اب ریان کے ہاتھ میں تھا۔ گہری خاموشی چھا گئی۔ اور پھر—

سیڑھی سے آنے والی قدموں کی آہٹ۔ دو آدمی نیچے آ رہے تھے۔ ان کے بیچ... عمار۔

پیر تھوڑے ڈگمگائے ہوئے، سانس بھاری چل رہی تھی۔ ہاتھوں میں اب تک شاید ہلکی کپکپاہٹ تھی، جیسے کسی نے زبردستی اسے کھینچ کر یہاں لایا ہو۔ مگر سب سے ڈراؤنی بات تھی اس کی آنکھیں۔

وہ آنکھیں جو پہلے شرارتی مسکراہٹ اور مزاح سے بھری رہتی تھیں، اب ایک اندیکھا خوف لیے کھڑی تھیں۔ جیسے موت کو چھو کر آیا ہو۔ جیسے صرف کچھ ہی پل بچے ہوں، جو کبھی کسی نے سوچا بھی نہ ہو۔

ریان کے ہاتھ سے ریوالور دھیرے دھیرے نیچے آ گیا۔ ایک دم بے جان۔ مجھے لگا کہ شاید ہم نے بار مان لی۔ اور اسی وقت ایک آواز آئی۔

ایک دم سے تیز دھماکا۔ جب تک سمجھ آتا، سب کچھ سلو موشن میں بدل چکا تھا۔

عمر کے سینے کے بیچ ایک گہرا سوراخ بن گیا۔ خون کا ایک گرم فوارہ نکلا اور ہوا میں بکھر گیا۔ جیسے کسی نے رات کے اندھیرے میں سورج کا ٹکڑا چیر دیا ہو۔ ایک پل کے لیے، سب کچھ رک گیا۔ عمر کی آنکھیں چھوٹی ہو گئی تھیں۔ درد نہیں تھا اس میں۔ بس ایک عجیب سی شانتی۔

پھر اس کے ہونٹ دھیرے سے ہلنے لگے۔ ایک عجیب سی مسکراہٹ کے ساتھ۔
"آپ کی کمزوری ختم ہو گئی، آپ۔"

مجھے لگا کہ میری سانسیں بند ہو گئی ہیں۔ پھر ایک دم سے حقیقت واپس آئی۔
"ایمبولینس بلاؤ!! کوئی تو ایمبولینس بلاؤ!!"

میں چیخ رہی تھی، پر میری آواز دیوار سے ٹکرا کر واپس آتی لگ رہی تھی۔ جیسے کوئی سن ہی نہیں رہا ہو۔

ریان، جو اب تک ایک دم خاموش تھا، اس نے بنا سوچے سمجھے عمر کی لاش اٹھا لی۔
پیچھے کوئی چیخ رہا تھا—

"تم لوگ پاگل ہو گئے ہو؟! میں نے کہا تھا ڈیل بونے تک کچھ نہیں کرنا!"

اور پھر کسی نے جواب دیا، "باس، یہ خود گولی چلا لیا۔ ہمیں معلوم نہیں کب ہمارا گن چھپا کے رکھ لیا تھا۔"

سب بھاگ رہے تھے۔ پر ہم وہیں رکے تھے۔ عمر کے ساتھ۔

ریان نے بنا سوچے عمر کی لاش اٹھائی، اور میں اس کے ساتھ بھاگی۔ جیسے ہی ہم باہر پہنچے، ایک گاڑی تیز اسپید میں آتی دکھائی دی۔ شالان اور وکرم۔ عمر کو گاڑی میں رکھا، اور فل اسپید میں اسپتال کی طرف بھاگے۔

پر دیر ہو چکی تھی۔ راستے میں ہی عمر کی سانسیں رک گئیں۔ میرے اندر سب کچھ سوکھ گیا تھا۔ رونے کی بھی طاقت نہیں رہی۔

ایک ہفتہ بعد

میں گھر میں بند رہی۔ ریان پورے کیس کا تجزیہ کر چکا تھا۔ وہ آدمی کوئی نیا تھا۔ ہم نے اس پر کیس کیا—پر کوئی ثبوت نہیں تھا۔

سی سی ٹی وی فوٹیج میں صرف ایک چیز دکھ رہی تھی—عمر ہر جگہ خود اپنی مرضی سے جا رہا تھا۔ اور وہ آدمی؟ اس کا ریکارڈ بالکل صاف۔ کوئی پچھلا جرم نہیں۔ کوئی کنکشن نہیں۔ کیس آفیشلی بند کر دیا گیا۔

پر ہم جانتے تھے—یہ صرف شروعات تھی۔

شالان اس وقت ہر جگہ تھا—جیسے کوئی پرچھائی جو صرف ایک ہی شکار کا پیچھا کر رہی ہو۔ وہ دفتر میں کم دکھائی دے رہا تھا، کبھی اکیلا جاتا، کبھی ریان بھی اس کے ساتھ ہوتا۔ وہ ہر موڑ پر اس انسان کا پیچھا کر رہا تھا۔

ایک ہی نام بار بار سامنے آ رہا تھا—بلال قصوری۔

پر یہ صرف ایک نام نہیں تھا۔ یہ ایک راز تھا، ایک اندھیری چھایا جو صرف تب دکھائی دیتی جب اس کا من ہو۔

شیلف دھیرے دھیرے اپنی جگہ سے ہٹنے لگی۔ جیسے کسی پرانے پنجرے کا دروازہ کھل رہا ہو۔ اندر لوہے کا ایک اور گیٹ تھا۔ اور اس کے اندر پوری طرح اندھیرا۔

میری ریڑھ کی ہڈی میں ایک ٹھنڈی لہر دوڑ گئی۔

یہ دروازہ کس طرف جاتا ہے؟

ریان نے اپنی جیب سے ٹارچ نکالی۔ اس کی روشنی دھیرے سے گیٹ کے اندر پھیل گئی۔

"سمبھل کر۔" ریان نے دھیمی آواز میں کہا۔

جیسے ہی ہم اندر گئے، ایک عجیب سی خوشبو تھی۔ نیچے ایک بچھائی ہوئی بیڈ شیٹ تھی۔ سائیڈ میں پانی کی پرانی بوتلیں اور فوائل میں لپٹا کچھ کھانا پڑا تھا۔ میں نے ٹارچ اس پر فوکس کی... ایک ایک چیز دھیرے دھیرے سامنے آنے لگی۔ کوئی یہاں سوتا ہے۔

آگے بڑھتے ہی ایک عجیب سی ہنسی گونج اٹھی۔

سوکھی۔

سرد۔

ڈراونی۔

ایک ایسی ہنسی جو جیسے کسی مزہ لیتے شکاری کی ہو۔ اور پھر—

دھڑام!

پیچھے کا دروازہ ایک جھٹکے سے بند ہو گیا۔ اتنی زور سے کہ دیواریں تک کانپ گئیں۔ باہر وکرم اور روبان پھرہ دے رہے تھے، پر جیسے ہی گیٹ بند ہوا، ان کی چیخیں اندر تک گونج گئیں۔

"مس ثنا! مسٹر ریان! آپ لوگ سن سکتے ہیں؟ گیٹ کھولیے!"

مجھے لگا کوئی پنجرہ بند ہو گیا ہو۔

یہ جگہ... جیسے کسی شیر کی غار ہو۔

اور ہم... صرف ایک شکار۔

میرا ہاتھ اپنی گن کی طرف گیا۔ انگلیاں سخت ہو گئیں۔ دل کی دھڑکنیں اتنی تیز ہو گئیں کہ ہر ایک بیٹ دماغ میں گونج رہی تھی۔ اور پھر...

میرا فون بجا۔

شالان۔

اس کا نام اسکرین پر چمک رہا تھا۔ میں نے فوراً فون اٹھایا، ریان بھی اپنا کان لگا کر سننے لگا۔

"ہیلو؟" - شالان کی آواز سانس پھولی ہوئی تھی۔

"ہاں، بولو۔ تمہیں کچھ ملا؟" میں نے دھیمی پر کپکپاتی آواز میں کہا۔

شالان کی اگلی لائن نے میرے دماغ کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔

"میم... عنایہ گھر سے غائب ہے!"

میری سانسیں رک گئیں۔

"ریا بے ہوش ملی ہے... اس کے ہاتھوں سے خون نکل رہا تھا... میں نے اسے اسپتال بھیج دیا ہے!"

اور اسی وقت... اندر سے ایک بچے کی چیخ سنائی دی۔

عنایہ!

میرا ہاتھ فون کو اتنی زور سے پکڑ چکا تھا کہ انگلیوں کی ہڈیاں سفید پڑ گئیں۔ فون کے دوسری طرف سے

شالان کی آواز پھر آئی—

"آپ اس تک پہنچ چکی ہیں؟ میم... اس بار اسے مت چھوڑنا۔ اسے گولی مار دینا!"

میں گن پر ہاتھ رکھ چکی تھی۔

ڈر اور غصہ دونوں ایک ساتھ ابھر رہے تھے۔

"میں اندر جا رہی ہوں۔"

فون کا اسپیکر اب بھی آن تھا، اس کے اندر سے شالان کی چیختی آواز سنائی دی—

"میم، اسے ختم کر دینا!"

پر میں نے فون جیب میں ڈال دیا۔

ریان آگے بڑھ چکا تھا، گن سختی سے پکڑے ہوئے۔ میں نے بھی اپنی گن لوڈ کی اور اس کے ساتھ ہو گئی۔

تھوڑی دیر اور چلنے کے بعد، راستہ دھیرے دھیرے کھلنے لگا، جیسے کسی سرنگ سے نکل کر ایک خفیہ جگہ میں پہنچ رہے ہوں۔

راستہ ایک ہال کے سائز کا بن چکا تھا۔ ہوا بھری ہوئی تھی ایک عجیب سی بدبو سے — مٹی، گندے پانی اور پرانے لوہے کی بو۔

ایک پرانا، زرد روشنی والا بلب چھت سے لٹک رہا تھا۔ اس کی روشنی بیمار لگ رہی تھی۔
لائٹ کبھی تیز ہو رہی تھی، کبھی دھیمی —
جیسے اس جگہ کی جان بھی اب جا رہی ہو۔

ہر چیز وہاں سوکھی، بدصورت اور سزا دینے کے لائق لگ رہی تھی۔
دیواریں کہیں مٹی کی، کہیں سیمنٹ کی۔

کئی جگہ سے سیمنٹ اتر چکا تھا، جہاں صرف اینٹیں دکھ رہی تھیں۔
زمین مٹی کی۔
سوکھی۔

اور سامنے — ایک بڑا، موٹا لوہے کا گیٹ۔

وہی گیٹ جس سے ہمیں ہمارے گھر کی طرف لے جایا گیا تھا۔
میرے والدین کا گھر ایک سنسان جگہ پر تھا اس لیے ہمیں کسی گاڑی کی آواز نہیں آئی تھی۔
اور گیٹ کے سامنے — ایک کرسی۔

کرسی پرانی تھی، لکڑی کی۔

لیکن صرف کرسی نہیں تھی۔

اسی کرسی پر...

اسی طرح بندی ہوئی...

جیسے عمر پندرہ سال پہلے تھا۔

عناہ بیٹھی ہوئی تھی۔

اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے تھے، تھر تھرا رہی تھی۔ میرا پورا جسم غصے سے جلنے لگا۔ ہاتھ اور ٹاٹ ہو گیا گن پر۔

اور سامنے... ایک آدمی کھڑا تھا۔

سوکھا، ٹھنڈا چہرہ۔

مسکراتے ہوئے بولا—

"آگئے؟ بہت وقت سے آپ کی بیٹی آپ کا انتظار کر رہی تھی۔"

اور پھر، وہ دھیرے سے ہنسا۔

بلال قصوری۔

وہ شخص جسے ڈھونڈنے کے لیے میں نے اپنا سب کچھ جھونک دیا تھا۔

"اوہ، تم لوگ تو بالکل اصلی ڈیٹیکٹایوز لگ رہے ہو۔ ہاتھ میں گن، سامنے مجرم، اور ایک کڈنیپڈ بچہ۔ کہاں ہے

کیمرہ؟ کہیں شوٹنگ تو نہیں ہو رہی؟"

بلال قہقہہ لگانے لگا۔

عناہ ہماری طرف دیکھی، پھر اچانک رونے لگی۔

"ماما! یہ انکل مجھے لے آئے ہیں! ان کے پاس گن بھی ہے! یہ مجھے مار دیں گے! پاپا، مجھے یہاں سے لے چلیے!"

وہ سسکیوں میں بول رہی تھی،

ڈر اس کی آنکھوں سے ٹپک رہا تھا۔

میں ایک قدم آگے بڑھنے ہی والی تھی کہ بلال نے گن نکال لی۔
اور اس کا نشانہ—عنایہ۔

میں فوراً پیچھے ہٹی۔

"کیا چاہتے ہو تم؟"

مجھے جواب پتا تھا۔

اسے وہ ثبوت چاہیے جو ہم نے اتنے دنوں میں اکٹھا کیے تھے۔

"تمہیں بھی معلوم ہے مجھے کیا چاہیے۔ اور یہ بھی، اگر نہیں ملا، تو کیا ہوگا۔"

وہ بولتے ہی گن عنایہ کے ماتھے پر رکھ دیا۔

گن لوڈڈ تھی۔

عنایہ زور زور سے رونے لگی۔

اس کی سسکیاں گونجنے لگی تھیں۔

بلال کے چہرے پر ایک عجیب سی مسکراہٹ تھی۔

میرا ہاتھ اپنی گن پر اور کس گیا۔

اور پھر—

ایک زور دار گولی کی آواز۔

بلال قصوری زمین پر گر چکا تھا۔

خون کا گرم دھارا اس کے پیٹ سے بہ رہا تھا،

مٹی سے ملتا جا رہا تھا۔

پر اس کے چہرے پر اب بھی ایک عجیب سی مسکراہٹ تھی—

جیسے جیت اسی کی ہو، جیسے موت بھی اس کے کھیل کا حصہ ہو۔

ریان ایک قدم آگے بڑھا۔

اس کی انگلی اب بھی گن کے ٹریگر پر تھی۔

آنکھوں میں غصے کا ایک طوفان امڈ رہا تھا۔

"مجھے پہلے ہی سمجھ جانا چاہیے تھا..."

بلال کی آواز ہلکی ہو چکی تھی،

لیکن ہر لفظ کے ساتھ ایک چھپا ہوا مذاق تھا،

جیسے یہ سب اس کے لیے ایک تماشا ہو۔

"میں بھی تم لوگوں کی طرح صرف ایک مہرہ ہوں۔"

وہ ہنسنے لگا۔

پر یہ ہنسی کوئی جیت کی نہیں تھی۔

یہ ایک ایسے آدمی کی ہنسی تھی جو سمجھ چکا تھا کہ اس کا استعمال ہو چکا ہے۔

کہ اس کے سارے وار بے کار گئے ہیں۔

کہ وہ کسی اور کی ڈوروں سے بندھا تھا۔

پر اس کی ہنسی جلدی رک گئی۔

درد نے اس کا گلا دبا دیا۔

اس کا ہاتھ اپنے خون سے بھیگ چکا تھا، پر وہ اب بھی شوق سے مسکرایا۔

ریان ایک قدم اور آگے بڑھا۔

اس کی گن اب اس کے سر کے بالکل پاس تھی۔

آنکھوں میں صرف ایک سوال۔

"کس کا مہرہ؟"

ریان کی آواز ایک دم میٹھی،

لیکن اس کے اندر ایک تیز چھپا ہوا زہر تھا۔

"کون ہے اس گیم کے پیچھے؟"

بلال نے اس کی طرف دیکھا۔

آنکھوں میں ایک عجیب سی روشنی تھی—

جیسے وہ آخری پل تک کھیلنا چاہتا ہو۔

جیسے اس کے پاس ایک راز ہو، جو بس اس کے ساتھ ہی دفن ہوگا۔

اس نے دھیرے سے ہنسی دی، پھر ایک لمحہ سوچا۔

آنکھیں دھیرے سے بند کی، جیسے اپنی موت کے آخری قدم تک چل رہا ہو۔

"پندرہ سال پہلے... ماضی میں جاؤ۔"

ریان نے گن ٹائٹ کی۔

"صاف بولو، بلال۔"

بلال کی سانسیں لڑکھڑا رہی تھیں۔

"تمہیں جواب مل جائے گا، ریان۔ پر افسوس..."

اس نے خون اگلا، ایک لمحہ رکا، پھر مسکرا دیا۔

"اگر جواب مل بھی گیا، تو تم کچھ نہیں کر پاؤ گے۔"

ایک بے چین خاموشی چھا گئی۔

بلال نے پھر دھیرے سے اپنا ہاتھ اٹھایا۔

انگلیاں بلانے کی کوشش کی،

پر ہاتھ صرف ایک ہلکی سی تھرتھراہٹ کے ساتھ نیچے گر گیا۔

لیکن اس کی آنکھیں اب بھی ریان کی طرف تھیں۔

"ڈھونڈو اسے... جو سلور چین پہنتا ہے۔"

اور پھر، اس کے ہونٹوں سے ایک آخری ہنسی نکلی۔ جیسے موت بھی اس کے ساتھ ایک چھپن چھپائی کا کھیل کھیل رہی ہو۔

اور پھر — ایک تیز آواز آئی۔

پیچھے سے لوہے کا دروازہ زور سے کھلا۔ شالان بھاگتا ہوا اندر آیا، اس کے پیچھے وکرم اور روحان بھی۔ ان کی نظر سب سے پہلے مجھ پر گئی۔ پھر عنایہ۔ پھر خون میں لت پت بلال۔ اور سب سے آخر میں—ریان کے ہاتھ میں ہتھیار۔

اور انہیں سب سمجھ آ گیا۔ ایک دم سے سب کچھ رک گیا۔ اور اس سنائے کے بیچ، چالیں چلنے والے بلال قصوری کی سانسیں بھی رک چکی تھیں۔

"مس سنا، اب اس کا کیا کریں؟" وکرم، بلال کی دھڑکن چیک کرتے ہوئے بولا۔
روحان بنا کچھ کہے عنایہ کو گاڑی کی طرف لے گیا۔ ہم سب ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اب کیا کریں۔

شالان کی آواز سنائی دی۔ "اسے چھپا دو۔ اور کوئی آپشن نہیں ہے۔ اگر پکڑے گئے، تو سب کچھ ختم۔" میرا دل کہہ رہا تھا کہ وہ صحیح بول رہا ہے۔ مگر دماغ...

ریان اب بھی ہتھیار پکڑے کھڑا تھا۔ "تم چاہتے ہو کہ ہم ایک جرم چھپا دیں؟"

شالان ایک قدم آگے آیا۔ "یہ صرف ایک آدمی کا کھیل نہیں ہے۔ کوئی اور ہے اس کے پیچھے۔ اگر ابھی ہم پھنس گئے، تو یہ کیس ہمیں بھی اندر کر دے گا۔"

سچ۔ ہمیں مجرم پکڑنے کا حق تھا۔ پر مارنے کا نہیں۔

وکرم بھی آگے بڑھا۔ "سر، یہی کرتے ہیں۔"

وکرم ایک اصولوں پر چلنے والا آدمی۔ لیکن اس نے بھی اپنے اصول ایک طرف رکھ دیے۔ اور ہمیں بچانے کے لیے تیار ہو گیا۔ ہم سب اس کے لیے مان گئے۔ شاید یہی ہماری سب سے بڑی غلطی تھی، اور آگے چل کر جس کا جرم پہلے سے زیادہ اور گہرا ہونے والا تھا۔

ہم نے لاش اٹھائی۔ بلال کا بدن اب بھی گرم تھا۔ خون اب بھی پیٹ سے بہہ رہا تھا، کپڑے گہرے لال ہو چکے تھے۔ اس کی لاش کو اٹھاتے ہی ایک تیز دھات کی مہک ہوا میں پھیل گئی۔ ایک عجیب سا احساس ہو رہا تھا—جیسے ہم صرف ایک مردہ جسم نہیں، اپنی زندگی کے سب سے بڑے راز کو اپنے ہاتھوں سے دبا رہے تھے۔ پیچھے ایک گاڑی آئی۔ اس کی روشنیاں ایک پل کے لیے جنگل کے راستے کو روشن کر گئیں۔ نمبر پلیٹ بدلی گئی تھی—کوئی اسے ٹریک نہیں کر سکتا تھا۔ وکرم ڈرائیور سیٹ پر تھا، اس کا چہرہ خاموش، لیکن اس کے ہاتھوں کی گرفت اسٹیئرنگ پر اور بھی سخت ہو گئی تھی۔

ہم سب بنا بولے جسم کو گاڑی کے صندوق میں ڈالنے لگے۔ بلال کا ہاتھ دھیرے سے لٹک گیا۔ اس کی انگلیوں کا ایک سرا مٹی کو چھو رہا تھا۔ میں نے ایک پل کے لیے رک کر اس کا ہاتھ اٹھایا اور صندوق کے اندر کر دیا۔ ریان ایک لفظ بھی نہیں بول رہا تھا۔ اس کا چہرہ پتھر کی طرح سرد تھا، لیکن اس کی آنکھوں میں اب بھی عنایہ کا چہرہ بسا تھا۔

شالان نے ایک نظر ریان پر ڈالی اور بولا، "جلدی کریں۔ زیادہ دیر یہاں رکنا ٹھیک نہیں ہے۔"

میں نے ایک بار پیچھے دیکھا—بلال کا خون زمین پر ایک گہرا دھبہ بنا چکا تھا۔

اور پھر—ایک ہلکی سی چمک شالان کی قمیص سے باہر آ رہی تھی۔

میرا دماغ فوراً سگنل بھیجا۔ دھات... چمک... چین...

میری نظر وہیں جم گئی۔ چاندی کی زنجیر۔ وقت جیسے ایک دم رک گیا۔ جیسے کسی نے توقف کا بٹن دبا دیا ہو۔ جیسے اس لمحے کے بعد سب کچھ بدلنے والا ہو۔

چین دھیرے دھیرے ہوا میں ہل رہی تھی، اور اس کے بیچ ایک کندہ کیا ہوا لاکٹ لٹک رہا تھا۔

دو بڑے حروف—اے ایم۔ میرا دماغ ایک دم جھٹکا کھا گیا۔

اے ایم... آریز ملک۔

آریز ملک... وہی لڑکا... جس کے والدین کا قتل آج سے پندرہ سال پہلے ہوا تھا۔ وہی کیس... جس میں سب

کچھ واضح ہونے کے باوجود، ہمیں اسے خودکشی قرار دینا پڑا تھا۔ جس میں ثبوت ہمارے سامنے ہونے کے

باوجود، ہم نے وہ کسی اور کو دے دیے تھے۔

اور اب... یہ نیکلس شالان کے پاس کیسے؟

نہیں... ایک اور یاد آیا۔ آریز ملک کو گود لیا گیا تھا۔

اور اسے گود کس نے لیا؟ مسٹر احمد نے۔

میری گردن ایک جھٹکے سے اٹھ گئی۔

شالان؟ نہیں... یا آریز ملک؟

میرے ہاتھ دھیرے سے رسی کے گٹھے کو پکڑے رہے، پر انگلیاں آہستہ آہستہ ڈھیلی پڑنے لگیں۔ رسی ہاتھوں سے گر گئی۔

ایک چھوٹی سی آواز— جو اس سناٹے کو توڑنے کے لیے کافی تھی۔

مگر نہیں... اس کی نظر مجھ سے مل گئی۔

ایک پل کے لیے سب کچھ خاموش ہو گیا۔

صرف ہم دونوں... ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھ رہے تھے۔

ایک عجیب سی مسکراہٹ... جیسے اسے پتہ ہو کہ مجھے پتہ چل گیا ہے۔

اس کی مسکراہٹ اتنی عجیب تھی کہ ایک سیکنڈ کے لیے بلال کا چہرہ یاد آ گیا۔

بالکل وہی مسکراہٹ جو تھوڑی دیر پہلے بلال کے چہرے پر تھی۔

جیسے جانے سے پہلے وہ کہہ گیا ہو— تم صرف ایک مہرہ ہو۔

میری سانسیں تیز ہونے لگیں۔

شالان نے دھیرے سے اپنی نظر نیچے کی، اپنے گلے تک ہاتھ لے گیا، اور چین کو اندر شرٹ کے نیچے چھپا لیا۔

میری انگلیاں گن کی طرف گئیں۔ مگر گن؟

گن تو اس نے پہلے ہی ہم سے نکلوا کر گاڑی میں رکھ دی تھی۔

مجھے اب سب سمجھ آ رہا تھا۔

یہ صرف ایک انتقام کی کہانی نہیں تھی۔

یہ ایک شطرنج کا کھیل تھا۔

اور ہم سب صرف ایک چال کا حصہ تھے۔

مجھے محسوس ہوا جیسے میری پیٹھ کے پیچھے ایک اندھیرا سا گھل رہا ہے۔

اور اسی اندھیرے کے بیچ شالان مسکرایا۔

ایک ٹھنڈی، بے جان اور ڈرا دینے والی مسکراہٹ۔

وہ آگے بڑھا، نیچے جھکا، رسی کا گٹھا اٹھایا... اور میرے ہاتھوں میں رکھ دیا۔

"گرا دیا؟"

اس کی آواز میں ایک عجیب سا ہلکا پن تھا۔

میرے ہاتھ ٹھنڈے ہو گئے۔

مجھ سے ایک لفظ بھی نہیں نکلا۔

یہ وہ لڑکا نہیں تھا جو ہوسٹل میں روحان کے ساتھ مذاق کرتا تھا۔

یہ کوئی اور تھا۔

یا شاید...

یہ ہمیشہ یہی تھا... صرف ہم سمجھ نہیں پائے۔

ریان وہیں ساکت کھڑا تھا۔

میری سانسیں تیز ہو چکی تھیں، مگر میں نے اپنی زبان کو سنبھالتے ہوئے دھیرے سے کہا—

"تم... تم کون ہو؟"

شالان ایک قدم پیچھے ہٹا۔

اس کی مسکراہٹ گہری ہو گئی۔

ایک عجیب سی ٹھنڈی مسکراہٹ۔

جیسے کسی شطرنج کے کھیل میں چیک میٹ ہونے کے بعد بھی، اسے معلوم ہو کہ اس کے پاس جیتنے کا ابھی بھی موقع ہے، کسی اور طریقے سے۔

اور اسے مزہ آ رہا ہو مخالف کو کچھ لمحوں کی خوشی دینے میں۔

"آپ کو نہیں پتہ، مس سنا؟"

اس کا لہجہ چھپانے والا نہیں، دکھانے والا تھا۔

"میں وہی ہوں، جو ہمیشہ تھا۔"

میری روح کانپ گئی۔

"اور اب آپ کو بھی پتہ چل گیا۔"

"جانے انجانے..."

ایک لمحہ تھا جو اب بھی ٹوٹ نہیں رہا تھا۔

پھر اس نے ایک اور قدم پیچھے لیا۔

"نہیں... میری مرضی سے۔"

مجھے محسوس ہوا جیسے کوئی آخری پردہ گر چکا ہو۔

"آریز ملک؟"

میری آواز ایک سرد فضا میں گونج اٹھی۔

ایک پل کے لیے ریان جھٹکا کھا گیا۔

اس کا چہرہ پہلے حیرت... پھر انکار... پھر غصے اور الجھن سے بھر گیا۔

"تم کیا کہہ رہی ہو؟"

ریان نے مجھے دیکھا، لیکن میری نظر اب بھی شالان پر تھی۔

نہیں... آریز ملک پر۔

اس کے چہرے کا تاثر نہیں بدلا۔

بس ایک سرد سی مسکراہٹ اور گہری بو گئی۔

”ہاں...“ ایک ہلکا سناٹا۔

”کتنے سالوں کے بعد یہ نام سنا ہوں۔“

”کتنے سال ہوئے؟“

”پندرہ سال۔“

”پندرہ سال... اس نام کو سننے کے لیے مجھے کتنا کچھ کرنا پڑا ہے۔“

اس نے ایک لمبی سانس لی۔

پھر دھیرے سے وہاں رکھے ایک پتھر پر بیٹھ گیا۔

آرام سے، بے چینی کے بغیر۔

جیسے سب کچھ اس کے پلان کے مطابق ہو رہا ہو۔

نیچے سے ایک سوکھے پیڑ کی ٹہنی اٹھائی،

اس کا ایک ٹکڑا توڑا،

اور اپنے دانتوں میں پھنسا لیا۔ دھیرے دھیرے مسکرانے لگا۔

مجھے لگا جیسے میرے سامنے صرف شالان نہیں، ایک پورا بھول بھلیاں کا جال ہو۔

آریز ملک

میں صرف 8 سال کا تھا۔

اتنا چھوٹا کہ دنیا کا سچ سمجھنا مشکل تھا،

پر اتنا بڑا بھی کہ چھپکے سے ماں-پاپا کی باتیں سن سکوں۔

ایک رات، ماں-پاپا سوچ رہے تھے کہ مجھے نیند آ چکی ہے۔

پر میں جاگ رہا تھا۔

"آپریشن کے بعد تو ہم لوگ پھنس ہی گئے..." ماں بے چینی سے بول رہی تھیں۔

میں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔

آپریشن؟

مجھے صرف اتنا یاد ہے کہ اسپتال کے سفید کمرے میں دن اور رات ایک جیسے لگتے تھے۔

مشینیں بیپ کرتی تھیں۔

نرسیں آتی جاتی تھیں۔

اور پاپا ہمیشہ کسی سے فون پر بات کرتے رہتے تھے—

ایک ڈونر کا انتظار تھا۔

ایک دن، ایک ایکسیڈنٹ کیس آیا۔

ایک بچہ... شالان احمد۔

مسٹر فیصل احمد کا بیٹا۔

ڈیپ کوما میں چلا گیا تھا۔

ڈاکٹر نے انہیں ایک دن بتایا کہ

"دھیرے دھیرے اس کے اعضا خراب ہونے لگیں گے۔"
"اگر آپ اس کا دل ڈونیٹ کر سکیں، تو ایک بچے کی جان بچ سکتی ہے۔"

مسز نفیسہ احمد نے فوراً منع کر دیا۔

ان کا بیٹا واپس آئے گا، یہ یقین تھا انہیں۔

پر وقت کسی کا انتظار نہیں کرتا۔

دن گزرتے گئے... اور ایک دن، انہوں نے فیصلہ لے لیا۔

اور مجھے ایک نیا دل مل گیا...

پر ایک شرط پر، جو انہوں نے اس وقت نہیں بتائی تھی۔

میرے آپریشن کے دو مہینے بعد، میرا جنم دن آیا۔

پاپا مجھے گھمانے لے گئے تھے۔

میں نے ضد کی—

"مجھے آئس کریم چاہیے، ابھی!"

پاپا نے میرے سر پر ہاتھ رکھا۔

ایک عجیب سی اداسی تھی ان کے چہرے پر۔

پاپا مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے بولے—

"جب بالکل ٹھیک ہو جاؤ گے، تب بڑے بڑے ڈبے بھر کر آئس کریم لاؤں گا۔"

میں مان گیا۔

مجھے کیا پتا تھا کہ یہ وعدہ کبھی پورا نہیں ہوگا۔

کچھ دن بعد... ایک رات...

پاپا کا فون بجا۔

کال کرنے کے بعد دونوں روم میں چلے گئے۔

ماں-پاپا کی آواز اندر کمرے سے آنے لگی۔

میں نے دھیرے سے دروازہ کھولا اور سننے لگا۔

ماں غصے میں دکھ رہی تھیں اور بولنے لگیں—

"ہم نے اپنے بچے کی جان بچانے کے لیے جو بھی کرنا تھا، کیا۔"
"انہوں نے ہماری بہت بڑی مدد کی... پر اب وہ کہہ رہے ہیں کہ ہمیں اپنا بچہ دے دیں؟"

پاپا اور آگے بولتے ہوئے بولے—

"نفیسہ احمد کہتی ہے... میں نے اسے اپنے بیٹے کے دل کے بدلے زندگی دی ہے۔"

ماں رونے لگیں۔

پاپا خاموش ہو گئے اور کھڑکی کے باہر دیکھنے لگے۔

ایک ہفتہ بیت چکا تھا۔

رات کا وقت تھا۔

میں اوپر اپنے روم میں تھا۔

کھڑکی سے باہر دیکھ رہا تھا۔

تبھی میں نے دیکھا—

ایک کالی گاڑی ہمارے گیٹ کے سامنے رکی۔

مسز نفیسہ احمد اور ایک آدمی...

بلال قصوری گاڑی سے اتر گئے اور گیٹ کے اندر آ رہے تھے۔

اس کے ہاتھ میں ایک بڑا سا بیگ تھا۔

مجھے اندر ایک عجیب سی بے چینی محسوس ہوئی۔

وہ اندر چلے گئے۔

کچھ دیر تک سب خاموش تھا...

پھر ایک دم سے چیخنے کی آواز آئی۔

میں اپنے کمرے میں ہی رہا،

ماں نے مجھے سختی سے کہا تھا—

"آج تم روم سے باہر نہیں نکلو گے۔"

شاید انہیں پہلے ہی ان کے آنے کے بارے میں معلوم تھا۔

اور پھر...

تھوڑی دیر بعد گولی چلنے کی آواز۔

ایک دم سے سب جم گیا۔

پھر دوسری گولی۔

میں نے نیچے دوڑ لگائی...

پر تب تک سب جا چکے تھے۔

میرے سامنے...

ماں اور باپا کی لاش صوفے پر پڑی تھی۔

خون زمین پر ایک لال دری کی طرح پھیلا تھا۔

میری سانس اٹک گئی۔

دل تیز دھڑکنے لگا۔

میں نے دروازے کی طرف دیکھا...

کچھ لوگ دوڑ کر آ رہے تھے۔

میرے دل میں ایک تیز درد اٹھا...

اور میں وہیں بے ہوش ہو گیا۔

ایک صبح مجھے محسوس ہوا کہ میں زندہ ہوں۔ کہیں دور کوئی آواز سنائی دے رہی تھی، لیکن سب کچھ دھندلا تھا۔ جسے دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا، اس کا چہرہ ایک عجیب سی دھند میں چھپا ہوا تھا۔ دھیرے دھیرے سب صاف ہونے لگا۔ ایک آدمی اور ایک عورت—میرے سامنے کھڑے تھے۔

عورت آگے بڑھی، بستر کے پاس بیٹھ گئی اور مسکرائی۔

"میں ثنا ہوں۔ اور یہ رایان ہے،" اس نے کہا، ایک عجیب سا ٹھہراؤ تھا اس کے لہجے میں۔

"ہم لوگ اس برے انسان کو پکڑنے آئے ہیں جو تمہارے والدین کو نقصان پہنچانے کی کوشش کر رہا تھا۔"

والدین... ماں... باپ...

اچانک دماغ میں طوفان مچ گیا۔ سینے میں درد کے ساتھ ایک عجیب سی بے چینی اٹھنے لگی۔ میں جھٹ سے اٹھنے کی کوشش کرنے لگا، میری سانسیں تیز ہو گئیں۔ "ماں... باپ..." میں چیخنے لگا، چلانے لگا۔

"مجھے ماں باپ کے پاس جانا ہے!" میں پوری طاقت سے چلا رہا تھا۔ "مجھے انہیں دیکھنا ہے!"

ثنا نے مجھے روکنے کی کوشش کی، پر تب تک ایک نرس دوڑتی ہوئی آئی۔

"پرسکون ہو جاؤ، بیٹا، پرسکون ہو جاؤ!" اس نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھا، پر میں سن ہی کہاں رہا تھا؟

"نہیں! مجھے ان سے ملنا ہے! چھوڑ دو مجھے!"

میں نے اپنا ہاتھ جھٹک دیا، لیکن تب تک نرس نے انجکشن لگا دیا۔ اور پھر اندھیرا...

اگلی صبح جب آنکھ کھلی، تو سب سناتا ہو چکا تھا۔ کمرے کی سفید دیواریں مجھے جیل جیسی لگ رہی تھیں۔ میں اکیلا تھا۔ دھیرے دھیرے حقیقت سمجھ آنے لگی۔

ماں باپ نہیں رہے۔ اس کے بعد کوئی جاسوس نہیں آیا۔ کوئی رشتہ دار نہیں تھا۔ میں بس ایک انجانے پولیس پروٹیکشن کے اندر اسپتال کے کمرے میں پڑا تھا۔

ایک مہینہ گزر گیا۔ ہر دن ایک نیا زخم جھیل رہا تھا۔ لیکن ایک دن، مسز نفیسہ احمد آئیں۔ میں نے انہیں دیکھا۔ پہچان گیا۔ لیکن میں چپ رہا۔

اس دن مجھے ایک اور سچ پتا چلا—انہوں نے مجھے گود لے لیا تھا۔

مسز نفیسہ اپنے بیٹے کے ساتھ جتنی جنون کی حد تک محبت کرتی تھیں، اب اتنی ہی مجھ سے کرنے لگیں۔

مجھے لے کر بیرون ملک چلی گئیں۔ کسی کو نہیں پتا تھا کہ ان کا اصل بیٹا مر چکا ہے۔ میرا نام بھی بدل دیا—"شالان"۔

"بیٹا، تم میرے اپنے ہو... بالکل میری جان ہو،" نفیسہ کے الفاظ میرے کانوں میں گونج رہے تھے۔

لیکن مجھے سب سمجھ آتا تھا۔ وہ مجھے اپنے اصل بیٹے کا متبادل بنا رہی تھیں۔ انہوں نے کبھی نہیں کہا کہ میں گود لیا گیا ہوں۔ پر مجھے ان کا دکھ دیکھنا اچھا لگنے لگا تھا۔

جب مجھے چوٹ لگتی تھی، نفیسہ تڑپ اٹھتی تھیں۔ اور مجھے اس تڑپ کو دیکھنے میں مزہ آتا تھا۔ اسی لیے میں ہمیشہ کچھ نہ کچھ ایسا کرتا جو مجھے تکلیف پہنچائے—تاکہ مجھے نفیسہ کا دکھ دیکھنے کو ملے۔

ایک دن، نفیسہ کی کزن رابعہ آئی اپنے بیٹے آیان کے ساتھ آئیں۔

ان کی ماں ہمیشہ مجھے اس سے موازنہ کرتی تھی—

"دیکھو آیان کو، کتنا اچھا لڑکا ہے!"

"آیان کتنا سمجھدار ہے، تم بھی اس سے سیکھو!"

مجھے غصہ آیا۔ بہت زیادہ۔

ایک دن، میں آیان کو سیڑھیوں کے کونے پر لے گیا۔

بال میں نفیسہ اور رابعہ باتیں کر رہی تھیں۔

میں خود سیڑھیوں سے گر گیا۔ سر سے خون بہنے لگا۔ نفیسہ دوڑتی ہوئی آئی۔

"شالان! بیٹا، کیا ہوا؟"

میں نے رونے کا ناٹک کیا، "آیاں نے مجھے دھکا دیا!"

نفیسہ کا چہرہ ایک دم سفید پڑ گیا۔ اس نے رابعہ کی طرف دیکھا۔ رابعہ حیرت زدہ تھی۔

"ایسا نہیں ہو سکتا! میرا بیٹا ایسا نہیں ہے!"

پر نفیسہ سن کہاں رہی تھیں؟ ان کے دماغ میں کچھ اور ہی چل رہا تھا۔

کچھ دنوں بعد، مسز نفیسہ نے پکنک پلان کی۔

ہم لوگ پارک میں گئے تھے۔ وہاں ایک بڑا سا تالاب بھی تھا۔

پکنک کے دوران، نفیسہ نے آیاں کو تالاب کے پاس کھیلنے دیکھ کر...

اسے پانی میں دھکا دے دیا۔

اور میں دور کھڑا ایک پیڑ کے پیچھے یہ دیکھ کر مسکراتا رہا۔ اور آیاں پانی میں تڑپتا رہا۔

پر نفیسہ؟

اس نے آیاں کو دیکھا بھی نہیں۔ سیدھا رابعہ کے پاس جا کر باتیں کرنے لگی۔ جب رابعہ کو یاد آیا کہ آیاں

غائب ہے، تب تک دیر ہو چکی تھی۔

آیاں اس دنیا میں نہیں رہا۔

نفیسہ پاگل تھی۔ اور مجھے اسی پاگل پن کا فائدہ اٹھانا تھا۔

میرے ماں باپ کا کیس مسٹر احمد نے بند کروا دیا۔

پہلے انہوں نے کسی کی مدد سے ایجنسی والوں کو سمجھانے کی کوشش کی، پر کسی نے نہیں سنا۔

تو ثنا کے بھائی عمر بشیر کو اغوا کروا دیا۔ اور ثنا نے کیس بند کر دیا۔

"اگر عمر نہیں ہوتا، تو آج میرے والدین کے قاتل جیل میں ہوتے۔"

اور اسی لیے، سب سے زیادہ نفرت مجھے اسی سے تھی۔

ہم لوگ واپس انڈیا آگئے تھے، اب گھر بور کر رہا تھا۔ نفیسہ کے دماغ سے کھیلنا اب مزیدار نہیں لگ رہا تھا۔

مجھے نیا کھیل چاہیے تھا۔ ایک ایسا کھیل جس میں سب کے ماضی کا حساب ہو سکے۔

اسی لیے ہوسٹل جانا ضروری تھا۔

کیونکہ مسٹر احمد کو ہمیشہ شک رہتا تھا کہ مجھے اپنے اصل ماں باپ کے بارے میں سب پتہ ہے۔

جو سچ تھا بھی۔

پر ہوسٹل جانا آسان نہیں تھا۔ تو میں نے کھانا پینا بند کر دیا۔ نفیسہ کا دل پگھلنے لگا۔ اس کا دکھ میری

جیت تھی۔ اور بس—میں ہوسٹل چلا گیا۔

بلال قصوری—جس نے مسٹر اور مسز احمد کے لیے کام کیا تھا، اب ایک دکان چلا رہا تھا۔ اسے ڈھونڈنا آسان

نہیں تھا، پر میں اسے ڈھونڈنے میں کامیاب رہا۔ اس کا کام ختم ہو چکا تھا، پر میرا ابھی باقی تھا۔

میں اس کی دکان تک پہنچا۔ چھوٹی سی جگہ تھی، پرانی لکڑی کی شیلفوں پر برتن رکھے تھے۔ ایک کونے

میں چولہا جل رہا تھا، جس میں پانی ابل رہا تھا۔ بلال کاؤنٹر کے پیچھے کھڑا تھا، جیسے ہی مجھے دیکھا، بغیر

کسی حیرانی کے بولا—

"کب بدلہ لینا ہے؟"

اس کے لہجے میں ایک عجیب سا سکون تھا، جیسے یہ سوال اس کے لیے عام ہو۔

میں سیدھا اس کے سامنے ایک کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔ ہاتھ میں رکھا ایک چمچ اٹھایا اور اسے ہلکے سے

ٹیل پر ٹپکایا۔ پھر برتن اٹھا کر ادھر ادھر دیکھنے لگا، بغیر کسی جلدی کے۔

"کتنا بھروسا کر سکتا ہوں تم پر؟"

بلال نے ایک گہری سانس لی۔ اس کی آواز پتھر کی طرح ٹھنڈی تھی۔

"چاہے مار دو، شکایت نہیں کروں گا۔ پولیس کے حوالے کر دو، تب بھی نہیں۔ اب تم سوچ لو۔"

میں نے ہلکا سا مسکرایا۔ "تو پھر پلان سنو..."

میرا پلان سادہ تھا—اسے صرف ایک جھوٹ بولنا تھا۔ مسز احمد کے پاس جا کر کہنا تھا کہ فیصل احمد نے مجھے مارنے کا حکم دیا ہے۔ اور اگر تم نے یہ بات کسی سے کہی، تو وہ تمہیں بھی ختم کر دے گا۔

"انہیں اور بہکانا۔ کہنا کہ تم مجھے نہیں مار سکتے، کیونکہ میں ان کا بیٹا ہوں، اور انہوں نے تمہارے برے وقت میں تمہارا ساتھ دیا ہے۔"

بلال بنا کچھ کہے مجھے دیکھتا رہا۔ میں نے آگے کہا—

"جب وہ تمہاری بات پر یقین کر لے، تب ان کے ہاتھ میں ایک گن دے دینا۔ ان کا غصہ دیکھنا۔ اور جیسے ہی فیصل احمد گھر آئے، وہ گن چلا دے گی۔ اور جیسے ہی وہ اسے مارے، تم بھی اسے مار دینا۔"

میری بات سننے کے بعد بلال ہلکی سی ہنسی ہنسا۔ "بہت تنگ کیے ہو مسز احمد کو۔"

مجھے اس کا چہرہ دیکھنا بالکل بھی پسند نہیں تھا۔ اس کے چہرے پر ہر جگہ کاٹ کے نشان تھے، جو اس کے لیے فخر کی بات تھی۔

"ایک اور کام۔ وہاں ایک جلی ہوئی سگریٹ چھوڑ دینا، اور ایک بغیر کی چین کی چابی۔"

بلال کے چہرے پر حیرانی آئی۔ "کیوں؟"

میں اس کی طرف جھکا اور دھیرے سے بولا—

"تاکہ کھیل لمبا چلے... اگر کھلاڑی اپنا دماغ نہیں لگائیں گے، تو میں لگواؤں گا۔"

رات میں سب کچھ میرے پلان کے مطابق ہوا۔ بلال نے گھر میں گھس کر مسز احمد کو وہی بتایا جو میں نے کہا تھا۔ جیسے میں نے سوچا تھا، ویسا ہی ہوا—اس کے اندر ایک جنون جاگ گیا۔

یہ سن کر نفیسہ احمد کا چہرہ لال ہو رہا تھا۔

"فیصل نے یہ کہا؟"

"اگر میں نے یہ بات آپ کو بتانے کی بھی کوشش کی، تو وہ مجھے بھی مار دے گا۔" بلال کی آواز ڈری ہوئی تھی، جیسے وہ واقعی خوفزدہ ہو۔

اس نے گن اٹھا کر میز کے نیچے رکھی۔ گن چھپا کر لوڈ کی گئی تھی۔ جیسے ہی فیصل احمد گھر آیا، اس کا بس ایک سوال تھا—

"کیا آپ کو شک ہے کہ شالان ہمارے خلاف سازش کر رہا ہے؟ یا اسے پتہ چل گیا کہ ہم نے اس کے اصل ماں باپ کو مارا تھا؟"

فیصل احمد کو لگا کہ اس کی بیوی کو بھی شک ہو گیا ہے۔ وہ کھل کر بولنے لگا، "ہاں، تمہیں نہیں لگتا؟"

ایک سیکنڈ۔

دو سیکنڈ۔

پھر—

دھاں!

ایک گولی چلی۔ نفیسہ احمد نے اپنے شوہر پر گولی چلا دی۔

فیصل احمد نے حیرانی سے اپنی چھاتی پکڑی۔ "نا...فیس؟"

پر تب تک دوسری گولی چل چکی تھی۔ محلے میں شور مچ گیا۔ بلال کا کام پورا ہو چکا تھا۔

میں ہوسٹل میں تھا۔

اپنا فون وہیں چھوڑ دیا تھا، اور لانڈری کے لیے باہر چلا گیا تھا۔ بارش ہو رہی تھی—جو میری مدد کر رہی تھی۔ کوئی شک بھی نہیں کر سکتا تھا۔

چچا کی پہلی چوائس دی شیڈو ایجنسی تھی—اور مجھے وہاں انٹری مل گئی تھی۔ میرا اصل کھیل شروع ہو چکا تھا۔

میرے سامنے وہ دو لوگ تھے جو اپنے آپ کو بہت ذہین سمجھتے تھے، انصاف دینے کا دکھاوا کرتے تھے، چاہے خود کتنی بھی گندگی میں کیوں نہ پھنسے ہوں۔ ایسے لوگوں کے ساتھ کھیلنے میں سب سے زیادہ مزہ آتا ہے—جنہیں اپنے راز کھلنے کا ڈر ہو۔ اور یہ ڈر ان دونوں کے چہروں پر ہمیشہ دکھتا تھا۔

مجھے جلدی ہی پتہ چلا کہ ان کی ایک بیٹی بھی ہے۔

گیم اور انٹرسٹنگ ہو گیا۔

پر میری تلاش عمر کی تھی—شطرنج کا وہ مہرہ جو صرف مرنے کے لیے اتارا جاتا ہے۔

پھر وہ دن آ گیا—جب مجھے اسے اس کے گھر میں ہی اغوا کرنا تھا۔

سوچا تھا ایویڈینس مٹا کر مار دوں گا، پر اس نے بھی گیم لمبا کرنا چاہا۔

اس نے خود کو گولی مار لی۔

اس دن سب اپنی گاڑیوں میں بیٹھے تھے، آرڈر کا انتظار کر رہے تھے۔

پر میں نے سب کو بے ہوش کر دیا—ان کے دانتوں میں ٹریکر تھا، جس کا کوئی فائدہ نہیں۔

عمر کی موت نے صرف تھوڑی دیر کے لیے سکون دیا۔

پر میرا پلان فیل ہو گیا تھا۔ ایویڈینس ختم نہیں ہو سکا۔ مجھے ایک نئے پلان کی ضرورت تھی۔

پھر مجھے فیصل احمد کا طریقہ یاد آیا۔

"اگر میں ان کی بیٹی کو استعمال کروں تو؟"

بس۔

گیم نئے موڑ پر تھی۔

بلال اس بار نہیں مان رہا تھا۔ وہ مار پیٹ والی زندگی سے دور رہنا چاہتا تھا، صرف دکان چلانا چاہتا تھا۔ قتل نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اور اب مجھے اس پر بھی غصہ آنے لگا تھا۔

"اب بس، شالان۔ یہ سب بند کرنا چاہتا ہوں۔"

میں نے اس کی طرف دیکھا۔

"بس اغوا کرنا ہے، اور کچھ نہیں۔"

بلال نے ایک گہری سانس لی۔

"پھر؟ اس کے بعد؟"

اس کے ان سوالوں کی وجہ سے اس پر غصہ آ رہا تھا۔

Present Time

"مجھے آپ کے گھر کا پتہ تھا..." میری آواز ٹھہری ہوئی تھی، جیسے ہر لفظ سوچ سمجھ کر بول رہا ہوں۔ "اس

لیے بلال وہاں پہنچ گیا، ریا کو زخمی کیا... اور عنایا کو اٹھا کر لے آیا۔"

میرے الفاظ کے ساتھ ہی ایک ٹھنڈا سناٹا چھا گیا۔ مس سنا کی آنکھوں کی چمک ایک پل میں چلی گئی۔

ریان نے اپنی مٹھی کس لی۔ وکرم، جو ابھی بھی گاڑی میں بیٹھا ہوا تھا۔

"اور آج..."

میں نے ایک قدم آگے بڑھایا۔ ان دونوں کی سانسیں تیز ہو گئیں۔

"میں نے آپ دونوں کو جذبات میں لپیٹ کر بھڑکا دیا، تاکہ بلال بھی اپنے ماضی کا حساب چکا سکے... اور آپ دونوں نے بھی اپنا کردار اچھے سے نبھایا۔"

مسٹر ریان کا چہرہ غصے سے لال ہو گیا۔ ایک جھٹکے سے میرے سامنے آئے۔

"میں تمہیں اپنے ہاتھوں سے جیل بھیجوں گا!"

ان کی آواز گرج رہی تھی، جیسے ان کا غصہ اب ایک آخری حد پار کر چکا ہو۔ میں نے ایک ہلکی سی مسکراہٹ دی۔ ایک ٹھنڈا، لیکن گہرا سکون بھرا نقاب۔

"کیوں، مسٹر ریان؟" میں نے دھیرے سے جھک کر ان کی آنکھوں میں دیکھا۔ "بیٹی کا معاملہ آیا تو قتل تک اتر آئے؟"

مسٹر ریان ایک پل کے لیے رکے، جیسے انہیں سمجھ نہ آیا کہ جواب کیا دیں۔

"اس رات بھی یہی کر لیتے نا؟ بلال قصوری کو مار دیتے۔ دے دیتے میرے ماں باپ کے قاتل کو سزا۔"

میں نے مس سنا کی طرف دیکھا۔ وہ اب بھی چپ تھیں، لیکن آنکھوں میں ایک عجیب سا شرمندگی کا رنگ تھا۔

"آپ کے لیے انصاف تب ضروری ہے جب آپ کی اپنی خاندان دکھ میں ہو، ورنہ اور لوگوں کو انسان ملے یا نہ ملے آپ کو کیا ہے، بے نا؟"

مس سنا نے غصے سے ایک قدم آگے بڑھایا۔

"ہم نے جو کیا، وہ صرف انصاف کے لیے تھا!"

میری مسکراہٹ اور گہری ہو گئی۔

"انصاف؟"

میں مسٹر ریان کی طرف بڑھا، صرف ایک قدم کا فاصلہ تھا ہمارے بیچ۔

"اور آپ، جیل کی بات مت کیجیے، مسٹر ریان۔ کیونکہ جیل صرف میرے لیے نہیں ہوگی۔" میں نے دھیرے سے اپنی جیب سے ایک قلمی آلہ نکالا اور ان کے سامنے گھمائی۔ "آپ بھی جیل جائیے گا۔ اور مس سنا، آپ بھی... اور وہ جو وہاں گاڑی میں بیٹھا ہے—وکرمل بھی۔"

مسٹر ریان کے چہرے کا غصہ اب ایک لاچار بے چینی میں بدل چکا تھا۔

"میرے پاس آپ لوگوں کی پوری ریکارڈنگ ہے۔ گولی چلانے سے لے کر لاش کو یہاں تک لانے تک کا پورا ثبوت ہے میرے پاس۔"

سنا نے مجھے گھور کر دیکھا اور کہا،

"تم نے ہمیشہ ہم لوگوں سے جھوٹ بولا۔"

میں نے سر ہلکا سا جھکایا۔ اور پھر اٹھا کر بولا۔

"نہیں۔ میں نے صرف سچ نہیں بتایا۔"

میں نے ان دونوں کو دیکھا—ان کے چہروں پہ لکھا تھا کہ وہ اب بھی اس سچ کو سمجھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

"پر ایک بات سمجھ لیجیے،" میں نے دھیرے سے کہا، "مجھے ایسا بنانے والے آپ ہی لوگ ہیں تو مجھے الزام دینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔"

"تم مجھ پر الزام مت ڈالو،" میں مس سنا کی اس بات کو سن کر انہیں گھورتے ہوئے کہا۔

"جب آپ لوگ میری جگہ پر آئے، جب آپ کو بھی لگا کہ قانون آپ کی مدد نہیں کر سکتا، تو آپ بھی وہی

قدم اٹھاتے جو میں نے اٹھایا تھا اس لیے آپ بھی مجھ سے الگ نہیں ہو۔"

مسٹر ریان نے اپنی مٹھی کس لی، لیکن کچھ نہیں بولا۔ میں پیچھے ہٹنے لگا۔

"آپ لوگ بھی 'انصاف... انصاف... انصاف' چیختے ہو نا؟"

میں نے ان کے چہروں کو دیکھا اور بولا۔ "لیکن کتنے کرائم آپ لوگ خود کیے ہوئے ہیں؟"

"اب میں آپ کے سیکرٹ کے ساتھ رہوں گا اور آپ میرے۔ میرے اندر خون ضرور نفیسہ احمد کا نہیں ہے، پر

حرکات اُس جیسی ہیں۔ پاگل سی" میں یہ کہہ کر ہنسنے لگا۔

انہوں نے جواب نہیں دیا۔ اور مجھے امید بھی نہیں تھی۔

میں نے انہیں ان کی پرانی غلطی کے لیے معاف کر دیا۔ پین ڈرائیو ہوا میں پھینک دی۔
اور وہاں سے چل گیا۔ اور مڑ کر پھر نہیں دیکھا۔
پیچھے صرف گِلٹ تھا۔ غصہ بھی تھا، کیونکہ انہیں بس استعمال کیا گیا تھا۔

Paanch Saal Baad - Berlin

میں اُس کے اگلے دن برلن چلا گیا اور میں سبھی کاروبار کو وہاں چھوڑ کر چلا آیا کیونکہ وہ میرا تھا ہی نہیں۔
مجھے روبان کے پیغامات دیکھنے کی عادت ہو گئی تھی۔ پر میں نے کبھی جواب نہیں دیا۔
میں نے اپنا نمبر بدل دیا تھا۔ کبھی کبھی سوشل میڈیا پر سب کو دیکھ لیتا تھا، بس یہ جاننے کے لیے کہ
سب زندہ ہیں۔

میری زندگی اکیلے گزارنے کے لیے بنی تھی... یا شاید میں نے ہی اسے ایسا بنا دیا تھا۔
اب میں ایک کرائم رپورٹر تھا۔ نہ بدلہ، نہ صرف قانون کی باتیں۔ کبھی کبھی جذبات بھی دیکھ لیتا تھا۔
ایک دن، میں برلن کی کیتھیڈرل گیا۔

وہاں روبان اور ریکا نظر آئے۔

دل چاہا کہ جاؤں، ان سے بات کروں۔

"کیسا بے تو، روبان؟"

"ریکا... اب سب ٹھیک ہے؟"

لیکن پھر قدم روک لیا۔

میں مڑ کر نکلنے ہی والا تھا کہ پیچھے سے ایک آواز آئی—

"آریز ملک. تم فائنلی مل گئے۔"